ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

ان سیلابوں کا رخ پھیر دو

اے بہادروں کے یادگار فرزندو! اے شہسواروں کے جانشینو! اے شرفاء عرب کے وارثو! کیا تمہارے اقبال کا دور بالکل ختم ہو چکا ہے؟ کیا تمہاری ثابت قدمی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا ہے؟ کیا ناامیدی کی گھڑی سر پر آ گئی ہے؟ ...... نہیں نہیں! ..... معاذ اللہ! ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم سے ناامید نہیں ہو سکتا۔ ادرنہ سے پشاور تک جو اسلامی سلطنتیں پھیلی ہوئی ہیں ان کی سرحدیں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور وہ قرآنی دستور کی ایک وحدت رکھتی ہیں مسلک اور عقیدہ میں۔ تعداد میں وہ پانچ کروڑ سے کسی طرح کم نہیں ——— شجاعت اور بہادری میں سب باتوں اور سب قوموں میں ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں ——— پھر کیا یہ ان کا کام نہیں کہ وہ دیگر اقوام کی طرح ایک دل اور یک زبان ہو کر اعداء کی مدافعت اور اپنی حس قومی کے تحفظ کے لئے اقدام پر اتفاق رائے کر لیں۔ ان سے اس قسم کے اتفاق کا صادر ہونا کوئی انوکھا کام نہیں ہوگا۔ اتفاق ان کے اصول دینی کا اہم رکن ہے۔ پھر کیا ان کے احساس مر چکے ہیں اور ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ان کا ہر ایک فرد اپنے دوسرے بھائی کے لئے [illegible] ہے؟ کیا ان میں سے ہر ایک کا یہ فرض نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو اللہ تعالیٰ کے قول انما المؤمنون اخوۃ کی روشنی میں سمجھے ——— [illegible] ایک شیر کی طرح [illegible] سد سکندری کی طرح کھڑے ہو کر ان سیلابوں کا رخ پھیر دیں ——— جو [illegible] چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔

(السید جمال الدین افغانی)

۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ

مطبوعات انجمن خدام الدین

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تحریر: حفیظ اللہ خاں منظر خورجوی

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگر گوشہ ہیں بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر ان کا قبیلہ بھی اسلام لایا۔ آپؓ بھی ان میں شامل تھیں، سلسلہ نسب عدی بن لوی تک پہنچتا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نویں پشت میں جد تھے۔ جناب حفصہؓ کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ دونوں نے مدینہ ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں جناب خنیسؓ شہید ہوئے، اس وقت جناب حفصہؓ کی عمر ۲۲ سال تھی، عدت پوری ہونے پر فاروق اعظمؓ نے آپ کا نکاح ثانی کرنا چاہا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا تو وہ خاموش رہے، پھر حضرت عثمانؓ سے کہا تو انہوں نے جواب دیا ابھی نکاح کا ارادہ نہیں، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکر کیا تو رسالت مآبؐ نے آپؓ کی خدمات اسلام کا خیال کرتے ہوئے اور آپ کی تسلی کے لیے کہ آپؓ کا شوہر جنگ بدر میں شہید ہوا۔ آپؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اور اس طرح ابوبکر صدیقؓ کی طرح حضرت عمر فاروقؓ کو بھی خسر ہونے کی سعادت حاصل ہو گئی اس وقت رسول اللہؐ کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی، اور ۳ھ میں آپؓ کو سعادت زوجیت نصیب ہوئی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہہ دی اور پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتادی اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اس میں سے کچھ بات جتلا دی اور کچھ ٹال دی۔ پس پیغمبر نے اس کو وہ بات جتلا دی تو بولی آپ کو کس نے یہ بات بتا دی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خدائے علیم وخبیر نے بتلائی اگر تم دونوں اللہ کی جناب میں توبہ کرو تو بہتر، ورنہ تمہارے دل تو مائل ہو ہی چکے ہیں اور اگر تم آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو بیشک اللہ آپ کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک بخت ایمان والے ہیں۔ اور سب فرشتے اس کے بعد آپ کے حامی ہیں اگر نبی تمہیں طلاق دے دے تو بہت جلد اس کا رب اس کے بدلے میں تم سے اچھی بیویاں دے دے گا فرمانبردار، ایمان والیاں نمازی، توبہ کرنے والی عبادت گزار، روزہ دار بیوائیں اور کنواریاں (سورۃ تحریم رکوع پہلا۔ ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

بعض مفسرین کو اس میں اختلاف ہے کہ وہ بات کیا تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے رازدارانہ کہی۔ جناب ابن عدی، ابو نعیم، ابن عساکر، اور ابن عروہ نے متعدد سندوں سے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے بی بی حفصہؓ سے یہ فرمایا تھا کہ "میرے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ لوگوں کے والی یعنی خلیفہ ہوں گے مگر اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا مگر انہوں نے بہناپے کی محبت میں حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کر دیا اسی بنا پر یہ دونوں حضرات فرمایا کرتے تھے

واللہ ان امارۃ ابی بکر وعمر لفی الکتاب واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا۔

ترجمہ: اللہ کی قسم ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کتاب اللہ کی واذ اسر النبی والی آیت میں مذکور ہے۔"

یہ روایت شیعہ حضرات کے یہاں بھی بطریق صحیحہ اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے اور ان کی معتبر تفسیر جامع البیان میں صاف درج ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تنبیہ دراصل حضورؐ کی امت کی عورتوں کو تنبیہ ہے کہ رسول اللہؐ کی ذرا بھی نافرمانی نہ کرو اور دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کی کیفیت مندرجہ بالا آیت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں بیان فرمائی کہ شوہر کا کوئی راز فاش نہ کرو، چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت حفصہؓ نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا مجھے دنیا کی راحت کی ضرورت نہیں مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ضرورت ہے۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ کی رگوں میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خون تھا شکوہ و دبدبہ زیادہ رکھتی تھیں کہ پہلے آپ کے مزاج میں کچھ تیزی ذہنی کی آمیزش تھی مگر معلم اخلاق شوہر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے انتہائی منکسر المزاجی اور تواضع و منکساری کے جواہر آبدار کی مالک بنیں، ملنساری و خوش اخلاقی خاص اوصاف بن گئے، فقراء کی خدمت گزاری کو فخر جانتیں، نہایت عبادت گزار، رات رات بھر نماز میں کھڑی رہتیں، عمر بھر روزے رکھتیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بہناپا تھا اکثر معاملے میں ایک دوسرے کی شریک رہتیں اور حضرت عائشہؓ کی ہم خیال تھیں مگر جنگ جمل میں شریک نہ ہو سکیں، کہ آپؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو روک دیا تھا۔ ان کی رائے آپؓ کے متعلق یہ ہے، حفصہؓ اپنے باپ کی بیٹی ہے یعنی حب رسولؐ اور پابندی مذہب میں اپنے باپ کی طرح ہے۔

دینی رتبہ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں، جو آپؓ نے رسالت مآبؐ سے سنی تھیں، آپؓ حافظ قرآن بھی تھیں، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ہی کی امانت میں رکھا ہوا نسخہ قرآن منگا کر حضرت زید بن ثابتؓ کے جمع ہوئے نسخہ سے مقابلہ کر کے واپس کر دیا تھا پھر خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں منگا کر اس کی نقلیں کروائیں اور اطراف ممالک خلافت میں بھجوائیں۔

وفات

آپؓ نے انسٹھ ۵۹ سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترک خلافت کے ایام میں جمادی الاول ۴۱ھ میں وفات پائی، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

خدام الدین

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ
۲ مارچ ۱۹۷۳ء

جلد ۱۸ شمارہ ۸

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

مرزائی دواساز فرم کی تشویشناک صورتِ حال

الزامات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے:

لاہور کی ایک مرزائی فرم شفا میڈیکو فیکٹری کے متعلق اخبارات میں عجیب وغریب خبریں شائع ہوئی ہیں ان میں معاصر امروز لاہور ۲۲ر فروری ۱۹۷۳ء کی خبر کا یہ حصّہ خصوصی توجہ کے لائق ہے۔

دریں اثنا شفا میڈیکو فیکٹری میں کام کرنے والی گیارہ لڑکیوں کی جانب سے آج ایک مشترکہ بیان میں مالک فیکٹری کے حالیہ دعووں کو چیلنج کیا گیا اور بتایا گیا کہ فیکٹری کے حالات کے اخبارات میں خبریں شائع ہونے پر لڑکیوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھاکر ان سے اس مفہوم کے اس بیان پر دستخط لیے گئے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے تہ خانہ والے ہوسٹل میں رہ رہی ہیں بیان میں کہا گیا ہے کہ اس ادارے میں بیشتر لڑکیاں محض حالات کی مجبوری کی وجہ سے کام کر رہی ہیں اور ملازمت کے چلے جانے کے خوف سے زبان کھولنے سے معذور ہیں ان سے فالتو کام لینے کے لیے انھیں ہوسٹل میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، ان کے قیام وطعام پر جو خرچ آتا ہے اس سے کہیں زیادہ رقم اوور ٹائم ادا نہ کرنے سے بچالی جاتی ہے لڑکیوں سے آٹھ بجے صبح سے چھ بجے شام تک روزانہ کام لیا جاتا ہے تہواری چھٹی کے عوض فالتو کام کرنا پڑتا ہے، دو عیدوں کے علاوہ آج تک کوئی سرکاری یا تہواری چھٹی نہیں دی گئی۔ لڑکیوں کو قرآن شریف کی تعلیم قادیانی نقطۂ نظر سے دی جاتی ہے اور انہیں ربوہ میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسوں میں حکماً شریک کیا جاتا ہے۔

بیان میں ان الزامات کی تحقیقات کرانے پر زور دیا گیا اور یہ مطالبات پیش کیے گئے کہ لڑکیوں کو ہوسٹل میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے اوور ٹائم کام کرنے کا الگ معاوضہ دیا جائے قادیانی تعلیم حاصل کرنے اور ربوہ جانے پر مجبور نہ کیا جائے۔" (امروز)

اس سے قبل شفا میڈیکو کے مالک چودھری سمیع اللہ نے اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے بتایا کہ لڑکیوں کو ہر روز صبح ورزش کرائی جاتی ہے۔ رائفل چلانے اور تیرنے کی تربیت دلائی جاتی ہے۔ دن بھر کے کام سے فارغ ہونے پر انھیں قرآن حکیم عربی اور انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ دوسرے شہر جاتے وقت وہ لڑکیوں کو از خود ساتھ نہیں لے جاتے بلکہ بعض اوقات لڑکیاں ان کی کار کے آگے لیٹ جاتی ہیں اور ساتھ لے جانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ لڑکیوں کی تفریح کا بھی خیال رکھتے ہیں اور انہیں فلم دکھانے کے لیے سینما ہال کا ایک حصّہ مخصوص کرا لیتے ہیں۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ لڑکیوں کو ملازم رکھنے کے لیے محکمہ محنت سے کوئی اجازت نہیں لی گئی۔ (امروز لاہور — ۲۱ر فروری ۱۹۷۳ء)

ان خبروں کی اشاعت کے بعد صوبائی وزیر محنت جناب محمد افضل وٹو صاحب نے مداخلت کرکے معاملہ رفع دفع کرا دیا۔

اس المیے کا ڈراپ سین تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ ایک دوا ساز فیکٹری میں کام کرنے والی لڑکیوں کے بارے میں جو معلومات شائع ہوئی ہیں حد درجہ تشویشناک ہیں۔

ہم ان خبروں پہ تنقید وتبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہوئے ارباب حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس "المیے" کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائیں تاکہ عوام کے دلوں میں ایک دوا ساز فیکٹری کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور دینی و مذہبی اعتبار سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں ان کے بارے میں اطمینان بخش صورتِ حال سامنے آسکے۔

● یہ فحش لٹریچر؟

صوبہ پنجاب کے وزیر اطلاعات اور اوقاف چودھری ممتاز احمد کاہلوں نے پنجاب اسمبلی میں بتایا کہ صوبے کے مختلف شہروں میں فحش کتابوں اور رسالوں کی فروخت کے بارے میں ضروری کوائف فراہم کیے جائیں اور مخرب اخلاق لٹریچر کے استیصال کے لیے عنقریب ٹھوس اقدامات کیے جائیں گے۔

وزیر اطلاعات نے ایوان کو بتایا کہ حکومت نے فحش لٹریچر کے کاروبار کی اطلاعات کا سختی سے نوٹس لیا ہے اور یہ پتہ چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ

کون گندی کتابیں چھاپتے اور فروخت کرتے ہیں، فحش لٹریچر کے بارے میں گذشتہ دنوں اخبار فروش یونین لاہور کے سلور جوبلی اجلاس میں گہری تشویش کا اظہار کیا گیا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ایسے گندے لٹریچر کی روک تھام کے لیے موثر اقدام کرے۔

پنجاب کے وزیر اطلاعات چودھری ممتاز احمد کاہلوں شریف الطبع، اور اچھے عقائد و نظریات کے حامل ہیں۔ صحیح الفکر بزرگوں کے ساتھ ان کی عقیدت و وابستگی ہے۔ ہمیں ان سے پوری توقع ہے کہ وہ فحش اور حیاسوز لٹریچر کی طباعت اور فروخت پر پابندی عائد کرکے اور اس قسم کا گندا لٹریچر فروخت کرنے والوں کو سخت سزا دے کر ماحول کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ یہ خبر اطمینان بخش ہے کہ لائلپور کی انتظامیہ نے فحش لٹریچر فروخت کرنے والے بک سٹالوں پر چھاپہ مار کر مجرموں کو گرفتار کرلیا ہے۔

ارباب حکومت کو چاہیے کہ وہ معاشرے میں بے راہ روی اور فحاشی کی روز افزوں کے تمام محرکات کو ختم کردیں تاکہ ہمارا معاشرہ شرم وحیا اور شرافت کا گہوارہ بن سکے۔

● اسرائیل کی بربرّیت

معاصر جنگ سے بلا تبصرہ

لیبیا کے مسافر بردار طیارے کی تباہی پر ساری دنیا میں انتہائی رنج اور افسوس کا اظہار کیا جارہا ہے اور اسرائیل کی سخت مذمت کی جارہی ہے۔ اسرائیلی طیاروں نے ایک مسافر بردار طیارے کو نشانہ بناکر اپنی وحشت اور بربریت کو انتہا پر پہنچا دیا۔ اس بدقسمت طیارے میں ۱۱۳ افراد سوار تھے جن میں بوڑھے بچے اور عورتیں شامل تھیں ان میں سے ۹۲ افراد جاں بحق ہوگئے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسرائیلی طیاروں نے جان بوجھ کر نہتے شہریوں کی اتنی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور فضائی قزاقی کا یہ ایک ایسا بدترین واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی ایسی وحشت اور سنگدلی کا مظاہرہ اسرائیلیوں کے سوا دنیا کی کوئی اور قوم نہیں کرسکتی تھی ٹھیک اسی وقت اسرائیل نے ایک اور جارحانہ کارروائی کی اس کا تعلق لبنان کی شمالی سرحد پر اسرائیلی فوج کے حملے سے ہے اس حملے سے بھی عورتوں بچوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی۔

مشرق وسطیٰ کی صورت حال پہلے ہی بہت زیادہ کشیدہ تھی اب اسرائیل کے ان جارحانہ اور وحشیانہ اقدامات نے اسے اور کشیدہ بنا دیا پھر اسرائیل نے ان اقدامات کے لیے ایک ایسا وقت منتخب کیا، جبکہ شاہ حسین، صدر نکسن سے ملاقات کرچکے ہیں اور صدر سادات کے نمائندے حافظ اسماعیل صدر نکسن سے ملاقات کے لیے امریکہ پہنچنے والے ہیں اور اسرائیل کی مسلسل جارحیت سے پیدا ہونے والی کشیدہ صورتحال کے باوجود مشرق وسطیٰ کا پرامن سیاسی حل تلاش کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل اپنے جارحانہ قبضے کو برقرار رکھنے کے لیے سیاسی تصفیے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے پر تلا ہوا ہے اس کا نتیجہ مشرق وسطیٰ میں جنگ اور عالمی امن کی تباہی کی صورت میں رونما ہوگا۔ قیام امن کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسرائیل کی جارحیت کو روکا جائے خصوصاً سلامتی کونسل کو لبنان پر اسرائیلی حملے کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے اور شہری ہوابازی کی بین الاقوامی تنظیم کو لیبیا کے مسافر بردار طیارے پر حملے کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ کیونکہ اسرائیل نے بین الاقوامی فضائی ضابطوں کو بڑی بے دردی سے توڑا ہے۔

لوازمات

حکیم آزاد شیرازی
مدیر
تذکرہ، لاہور

جس کا اصول ہے کوئی، جس کا رسولؐ ہے کوئی
اُس میں وفا بھی ہے ضرور، اُس کا خدا بھی ہے ضرور

روحِ خلیلؑ کے لیے، آتشِ عشق لازمی
ضربِ کلیمؑ کے لیے، شانِ عصا بھی ہے ضرور

حُسنِ عطا ہے اس کا نام، جبر کے ساتھ اختیار
جور و جفا کے ساتھ ساتھ، ناز و ادا بھی ہے ضرور

دیدۂ دل کے ساتھ ساتھ گوششِ ضمیر لازمی
دیر و حرم کے واسطے، قبلہ نما بھی ہے ضرور

مکتبِ کائنات میں درسِ حسینؓ ہے یہی
مردِ شہید کے لیے کرب و بلا بھی ہے ضرور

ترے کرم کی منتظر، ہے مری لغزشِ نظر
میری خطا کے ساتھ ساتھ، تیری عطا بھی ہے ضرور

میری نوا سے تیز گام، قافلۂ حیات ہے
دشت میں کارواں کے ساتھ بانگِ درا بھی ہے ضرور

دونوں کے ساتھ ساتھ ہے، قلب و جگر کی آبرو
ذوقِ سخن کے واسطے، ذوقِ وفا بھی ہے ضرور

۱۶ر فروری ۷۳ء

اجتماع جمعۃ المبارک میں خطاب

کامیابی کا راستہ

◎ امّت کی صفوں میں مکمل اتحاد

◎ اسلامی تعلیمات سے واقفیّت

◎ اسلامی اصولوں کی صدقِ دل سے پیروی

ترتیب: عبدالرشید انصاری

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی تقریر

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعدُ: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ٥ (آل عمران آیت ۱۰۲-۱۰۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تم کو اس سے نجات دی۔ اسی طرح اللہ تم پر اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

امّتِ مسلمہ پر اللہ تعالےٰ کا یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اسے امن و آشتی، محبت و اخوّت کا داعی "اسلام" جیسا عظیم الشان کامل و اکمل دین عطا کیا۔ جس سے بہتر کسی دین کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جو دنیا و آخرت میں انسان کی فلاح و کامرانی کا ضامن ہو۔ اسلام ہی وہ سچا خدائی نظامِ حیات ہے جس کی آغوش میں خدا کی رحمتیں ہی رحمتیں ہیں۔ اور جو ہر طرح کی کمی اور نقص کے عیوب سے پاک ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر علم و ہدایت کی راہ پر لانا چاہتا ہے اور انہیں نفس و شیطان کے ہر وسوسے اور دھوکے سے خبردار کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خدائے ذوالجلال کی الوہیت و وحدانیت کے اقرار اور نبی اُمّی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت پر ایمان لانے کے بعد تمہیں ایک لمحہ بھر بھی ادیانِ باطلہ کے پرچارکوں کی فریب کاریوں میں نہیں آنا چاہیے۔ یہود و نصاریٰ خواہشات کے بندے اور حق و صداقت کے دشمن ہیں انہیں تمہارا مسلمان رہنا کبھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ ان کے شرور و فتن سے بچتے رہو تا وقتیکہ تمہیں موت آجائے اور تمہارا ایمان محفوظ و سلامت ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہمیں مرتے دم تک اطاعتِ الٰہی کا حق ادا کرنا ہے۔ لہٰذا اہلِ کتاب سے انقطاع بھی تا دمِ مرگ رکھنا پڑیگا کیونکہ ان سے مخلوط ہوئے تو وہ ہمیں مرتد بنانے میں ساعی ہوں گے بلکہ ہمیں اس مقصد کے لیے دوسروں کا داعی بنتا ہے۔ لہٰذا پہلے اپنے اندر استقامت پیدا کر لیں۔ اہلِ کتاب سے ہمارا مطلق خلط نہ ہونے پائے اور اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اندرونی فرقہ بندیوں سے بچے رہیں۔"

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل دنیائے عرب مختلف گروہوں اور ایسے متحارب قبائل میں بٹی ہوئی تھی کہ جن کے مابین برسوں سے جنگ کی حالت قائم تھی اور ہر وقت انسانی سروں پر موت کی برہنہ تلواریں لہراتی رہتی تھیں۔ معافی اور درگزر کے الفاظ اپنی حقیقت کا عملی چہرہ دیکھنے کو ترس گئے تھے۔ ہر کسی کا دل آتشِ انتقام بجھانے کے لیے اپنے مخالف کے جسم کے مشکیزے سے خون انڈیل لینے کے لیے مضطرب اور بے قرار رہتا تھا۔ انصار مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان ایک سو بیس برس سے ایک خاندانی جنگ ورثہ در ورثہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی۔ دونوں قبائل ایک دوسرے کے سخت دشمن اور ان کے تمام افراد باہم خون کے پیاسے تھے۔ معمولی سی بات پر دیکھتے ہی دیکھتے فساد و خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا۔ بالآخر جہالت کی ظلمتیں چھٹ گئیں۔ حضرت رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) شہر مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور نبوّت کی ضیا پاشیوں سے یہاں کا ہر گوشہ منوّر ہو گیا۔ مدینہ منورہ کے متحارب قبائل اوس اور خزرج صحبتِ پیغمبری سے مستفیض ہونے کے بعد بھائی بھائی بن گئے۔ سب پرانی رنجشیں ختم ہو گئیں سب نے اللہ کی رسّی کو تھام لیا، سب نے حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختم المرسلینی کا کلمہ پڑھا اور اسلام کے جانثار سپاہی بن گئے۔ انہوں نے اپنی ہر خواہش اور کوشش رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم و اشارہ پر قربان کر دی۔ اور خدائے ذوالمنن نے اپنے محبوب پیغمبر کو اپنے شہر مکہ سے لا کر ان کے شہر مدینہ میں بسا دیا۔ اللہ اللہ ایسی خوش نصیبی جسے خود خوش نصیبی رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی بد طینت یہودی حاسدوں کو ایک نظر بھی گوارا نہ ہوئی۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک اندھے یہودی شماث بن قیس نے ایک فتنہ پرداز کو سمجھا بجھا کر اوس و خزرج کی ایک مشترکہ مجلس میں بھیجا اور اس نے بیچ مجلس دونوں قبائل کی پرانی باہمی لڑائی "بعاث" کا ذکر چھیڑا اور جانبین کو ایک دوسرے کی زیادتیاں اور تلخیاں یاد دلا کر بھڑکا دیا۔ پرانے زخم تازہ ہو گئے۔ اس نے ایسے شعر پڑھے جنہیں سن کر دونوں طرف انتقام کی آگ کے شعلے بلند ہونے لگے الفت و محبت کے بجائے شکایت اور دھمکیوں کی باتیں شروع ہو گئیں۔ قریب تھا کہ تلواریں نیاموں سے باہر آ جاتیں اور زمین انسانوں کے خون سے رنگ جاتی اچانک پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مہاجر ساتھیوں کی معیت میں عین موقع پر تشریف لے آئے محسنِ انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"اے گروہِ مسلمین! اللہ سے ڈرو۔ میں تم میں موجود ہوں، پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟"

خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا۔ کیا ان ہی کفریات کی طرف پھر الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔"

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس سچی آواز نے غصہ وفساد کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ہر فرد ایک دوسرے سے گلے مل گیا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ دل وزبان ایک ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ کہ اس نے اپنے محبوب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہلاکت وخونریزی سے بچا کر حیات وسلامتی کی راہ دکھا دی۔

یہ سب اسلام کی برکت ہے۔ مسلمان پوری طرح اسلام کی پیروی کرنے لگ جائیں، ایک دوسرے کی عزت وجان، مال وآبرو کا احترام کریں اور اپنے حقیقی فرائض کو پہچانیں تو آج ہی وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے دنیا کی ہدایت کے لیے جو دین عطا فرمایا اس کی برکتیں کسی ایک علاقہ کے لوگوں یا کسی ایک وقت کی نسل کے لیے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس کی برکتیں ہر علاقہ اور ہر وقت کے ان تمام افراد کے لیے ہیں جو اس کی صدق دل سے پوری طرح پیروی کریں۔ اسلامی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور اللہ کی رسی (یعنی قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لیں جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ اس طرح انہیں حیرت انگیز قوت نصیب ہوگی۔

آج موجودہ معاشرہ تباہ کن اور ہلاکت خیز برائیوں سے دوچار ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان برائیوں کے خاتمہ اور ان سے نجات حاصل کرنے کی فکر تک نہیں اپنا سب کچھ کھونے اور برباد کرنے کے باوجود احساس محرومی ناپید ہے

ہر کوئی اپنی لگن میں محو ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

موجودہ صورت حال کسی طرح بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔ اطمینان وسکون کی فضا اسی وقت میسر آسکتی ہے جب سب مل کر اس کے لیے کوشاں ہو جائیں۔ گناہ ومعصیت سے توبہ کریں اسلام کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور پریشانیوں سے نجات دے آمین

ملک حسن علی جامعی بی اے

مُجدّدِ الفِ ثانی رح

کے دور میں

ملکی و مذہبی حالت کا اجمالی نقشہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش شہنشاہ اکبر کے عہدِ حکومت میں ہوئی ۹۶۳ھ سے ۱۰۱۴ھ تک رہا۔ گویا عہد اکبری کے اختتام کے وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ عہدِ اکبری میں میدانِ جہاد میں نہیں اُترے تھے۔ گویا یہ زمانہ آپ کے لیے تیاری کا زمانہ تھا ادھر اکبر کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت پر بیٹھا کہ آپ میدانِ دعوت وارشاد میں اتر پڑے۔

اکبر نے پچاس سال حکومت کی۔ بظاہر بادشاہ مسلمان تھا، حکومت بھی مسلمانوں کی تھی۔ لیکن اسلام کو اکبر نے اور اس کی حکومت نے پوری طرح کچل کر رکھ دیا تھا۔ اکبر کے "الٰہی مذہب" کے زیرِ عنوان اس دردناک داستان کی روئداد دی ہے۔ عہد اکبری میں غریب اسلام اور اہل اسلام کی جو کچھ درگت بنی ہر دردمند مسلمان اس پر خون کے آنسو روئے گا۔ بدتمیزی کے اس طوفان کا مقابلہ چھوٹے چھوٹے تنکوں سے ناممکن تھا۔ اس قسم کے تنکے اس بحرِ ظلمات کے مقابلہ کی کیا تاب لا سکتے تھے۔ قدرت ایسے مواقع پر کسی عظیم ہستی کو ہی کمالات اور غیبی قوتوں سے سرفراز کر کے برسرِ کار لاتی ہے۔ یہ کیسا دردناک زمانہ تھا کہ بدعات ومنکرات نے شعائرِ دین کی صورت اختیار کی ہوئی تھی۔ رسومِ شرکیہ اور محدثاتِ شنیعہ نے اندر ہی اندر پرورش پا کر اسلام کے اصلی رنگ روپ کو متغیر کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حکومت کی تمام کلیدی آسامیوں پر رافضی متمکن ہیں، حکومت کفر نواز ہے۔ ابوالفضل اور فیضی بے دینی اور الحاد کے نقیب ہیں۔ بدعتوں اور گمراہیوں کی گھنگھور گھٹا نے فضا کو تیرہ وتار کر رکھا ہے۔

جاہل صوفیوں اور کٹ ملاؤں نے زندیقانہ مکاریوں سے شجرِ توحید کو حد درجہ پژمردہ کر دیا تھا۔ اور دینِ توحید ہندوانہ آلودگیوں سے لت پت ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندووانہ عقاید اور روایات کی دور از کار موشگافیوں نے اسلامی عقاید میں گھل مل کر جو جدید فریب تیار کیا وہ بالکل ایک معجونِ مرکب تھا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاقِ نسیان کی زینت بن گئی تھی اور اس سے دُور کا بھی لگاؤ نہ رہا تھا۔ عقائد ہندووانہ، اعمال ہندووانہ اور مشرکانہ، غرضیکہ کفر وشرک کی یہ آندھی اپنی آخری حد کو پہنچ چکی تھی کتاب وسنت کے چشمۂ صافی سے پیاس بجھانے والوں کا عام قحط تھا مسلمان فقیروں اور پیروں کا تصوّف سراسر برہمنوں اور جوگیوں کی نقل تھا دین کی بربادی کے تمام اسباب جمع تھے۔ یہ پُرآشوب زمانہ تھا اور یہ دردناک حالات تھے کہ غیرتِ حق کو حرکت ہوئی۔ اور اسی ظلمت کدۂ دہر میں ضلالت باطل پرستی کی گھنگھور گھٹاؤں کے اندر سے افق سرہند پر جمالِ حق کی ایک شعاع امام الاعلام حجۃ الاسلام، مجدد العصر شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کی صورت میں پھوٹ پڑی۔ وقت آیا کہ از سر نو پیامِ محمدی کی تجدید ہو۔ بدعات کی شبِ تار میں سنت وہدایت کی مشعل روشن ہو۔ رسولِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین کو بت پرستی کی آلودگیوں سے پاک وصاف کر کے اپنے سادہ اور اصلی رنگ میں جلوہ گر کیا جائے۔ یہ حضرت مجددؒ ہی کا وجود تھا جو تن تنہا امن وعافیت کی درسگاہوں سے نکلا۔ اور دعوت واصلاح کی امتحان گاہوں میں قدم رکھا۔ نصرتِ الٰہی کے لشکروں اور نفوذِ باطنی کے ساتھ ایسا مسلح ہوا کہ نہ شہنشاہِ ہند کا تخت وتاج اس کی راہ کو روک سکا اور نہ وقت کی حکمرانی وفرمانروائی اس کے سلطانِ حق اور سطوتِ الٰہی پر غالب آسکی۔ اس سلطانِ وقت نے تھوڑی ہی مدت میں بھولے بھٹکوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلایا۔ اور کور چشمانِ ظلمت کی آنکھوں کو نورِ الٰہی سے روشن کر دیا۔ کتاب وسنت کی روحِ حیات سے جہل کے مُردوں اور غفلت کی نعشوں کو از سرِ نو زندگی بخشی۔ اس کام میں اہل جہل وضلالت کے ہاتھوں جس قدر بھی اذیتیں پہنچیں اُن پر صبر کیا۔ کتنے ہی ابلیس جہل کے مارے ہوئے تھے۔ جو ان کی مسیحائی سے جی اٹھے۔ بدعت کے لشکروں اور احداث وتحریف کی فوجوں کو

(باقی صفحہ ۹ پر)

نماز

فضائل و فوائد

غلام حسین ارشد، رامپورہ ضلع بہاولنگر

"نماز" دل زبان اور دماغ سے اپنے خالق حقیقی کی فرمانبرداری و عبودیت کا اظہار کرنا ہے۔ نماز شکرانۂ احسانات اور اظہار عاجزی و انکساری اور مالک کی یکتائی و ہمتائی کا اقرار ہے۔ "نماز" تسکین قلب اور توشۂ آخرت ہے۔ نماز دلی تمنائیں اور آرزوئیں پیش رب العالمین کرنے اور ان کی قبولیت کی استدعا کرنے کا سلجھا ہوا انداز ہے۔ اسے اعمال بنی آدم میں مرکزیت حاصل ہے "نماز" انسانی قلب کو جملہ آلائشوں سے صاف کر کے صیقل کر دیتی ہے۔ تاکہ اس کا مکین (خدا)، اپنے مسکن (دل)، میں بس سکے۔ "نماز" "مقصد حیات" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کی یاد دہانی کراتی ہے "نماز" سے کوئی صاحب ہوش مستثنیٰ نہیں رب العزت کے اس ارشاد گرامی سے حقیقت الم نشرح ہو جاتی ہے۔

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (الحجر)

اور عبادت کر اپنے رب کی حتیٰ کہ تجھے موت آ جائے

نماز سے تساہل علامت منافق اور اس کے ترک سے اندیشۂ کفر ہے۔

من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر

جس نے چھوڑ دی نماز جان بوجھ کر پس اس نے کفر کیا۔

"نماز" ستون قصر ایمان ہے جس محل کا ایک ستون گر جائے اس کی حالت زار پر پتھر دل بھی پسیجے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "نماز" روح اسلام ہے۔ روح بغیر جسم بے حس و حرکت تراشہ ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے متعلق کئی صد بار ارشاد فرمایا گیا ظاہر ہے کہ جس کے متعلق کئی صد بار ارشاد فرمایا ہے اس کے ثمرات بھی بیش بہا ہوں گے ذرا خیال کیجیے جب ہماری اولاد ہمارا کہا خاطر میں نہ لائے تو ہمارے دل و دماغ پر کیسے گذرتی ہے۔ جی چاہتا ہے، پیٹ ڈالیں یہ ہمارے غفور رحیم ہی کی عین کریمی ہے کہ ڈھیل دیے جا رہا ہے شاید میرے بندے سمجھ جائیں اور تساہل کا لبادہ اتار پھینکیں۔ ہو سکتا ہے اپنی غلطی کا اقرار کر کے اس کا کفارہ ادا کرنے لگیں۔ ممکن ہے نفس پرستی ترک کر کے بندگی خدا کرنے لگیں، لیکن یہ در گذر کب تک؟ یہ معافیاں کہاں تلک؟

آجکل تو عقل کے کورھیوں نے ایک نیا مسلک ڈھونڈ نکالا ہے۔ نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے "نماز قائم کرنا کہا گیا ہے نہ کہ پڑھنا۔ ہماری نماز قائم دائم ہے۔ ہماری نماز دل کی ہے"۔ عجب اختراع پسندی ہے ان کی۔ اور عجب ہے ان کی سمجھ۔

ہمیں ہمارا مذہب کیا سکھاتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی، حدیث رسول کا اتباع، حدیث کیا ہے؟ قرآن اگر متلو ہے تو حدیث غیر متلو۔ قرآن اگر وحی جلی ہے تو حدیث وحی خفی، قرآن اگر دستور حیات ہے تو اسوۂ حسنہ عملی تفسیر۔ غرضیکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ہی میں ہماری نجات ہے، کامیابی ہے اور سرخروئی ہے۔ لہذا نماز ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی میں پڑھنا ہوگی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تمہارے لیے اللہ کا رسول اسوہ حسنہ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

کہہ دیجیے اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو پیروی کرو میری۔

صلوا کما رأیتمونی اصلی (مشکوٰۃ)

اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

آپ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور ہمیں آپ کی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے اسی میں ہماری نجات ہے۔ اختراعی نماز غیر حقیقی نماز ہے بلکہ دوسرے معنوں میں شیطانی گمراہی کی چال ہے۔ مختلف مجالس کے آداب مختلف ہوتے ہیں جن میں ذہنی و اخلاقی تربیت ہوتی ہے نماز کا مقصد خضوع و خشوع اطاعت شعاری، بندگی، اور خدا کی عظمت و کبریائی کا اظہار کرنا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ شہنشاہ عالم کے دربار میں اپنے کو حاضر سمجھے، ہاتھ باندھے، نظریں نیچی کیے مؤدبانہ التجائیں پیش کرے، گھٹنے ٹیکے، سر جھکائے، تسبیح پڑھے۔

نماز غذائے روح اور تسکین قلب کا ساز و برگ ہے اور ساتھ ہی ساتھ اجتماعی و انفرادی اور اخلاقی و معاشرتی اصلاحات کا ایک کارگر آلہ ہے۔

حافظ ابن قیم رقمطراز ہے۔ نماز علاج امراض قلب ہے۔ نماز کشائش رزق کا سبب ہے۔ نماز محافظ صحت، دافع امراض، مقوی دل، حسن چہرہ، فرحت جان، نشاط اعضا، سبب شرح صدر، غذائے روح، دافع شیطان ہے، کاہلی رفع کرنے اور عذاب سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔

نماز کے چند فوائد

فرض شناسی: فرض شناسی کی عادت پیدا کرنے میں نماز جو کردار ادا کرتی ہے محتاج بیان نہیں۔ نماز اپنے فرض کی ادائیگی میں رغبت و لگاؤ سکھاتی ہے نماز دن کے وقت انسانوں کو کام کاج کے ہنگاموں سے الگ کر کے اور رات کو آرام و راحت کے وقت یہ یاد دلاتی ہے کہ تم آخر خدا کے بندے ہو، شیطان و نفس کے پجاری نہ بنو، فرض شناسی ہی کسی قوم کی حیات اور قبولیت بارگاہ الٰہی کے لیے پیش خیمہ ہوتی ہے۔ فوج کے سپاہیوں کو ہر روز بلاناغہ مشق کرائی جاتی ہے اگرچہ ان کے لیے کام کا وقت کبھی برسوں بعد آتا ہے لیکن اسلام کے جیالے سپوتوں کو تو شبانہ روز برسرپیکار رہنا ہے۔ انھیں زندگی کے ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر آن شیطانی قوتوں سے جنگ کرنا ہے۔ اس زبردست طاغوتی لشکر سے سینہ سپر رہنے اور آزمائش میں پورا اترنے کے لیے چوبیس گھنٹے میں پانچ بار تربیت دی جاتی ہے تاکہ سستی اور کاہل رہنے پر انہیں عدو مقابل و حملہ آور نیچا نہ دکھا سکے۔ قدرت کے ہر فرمان میں ان گنت مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں جنہیں سمجھنے کے لیے قلب سلیم چاہیے۔

ضبط نفس: ضبط نفس کو پروان چڑھانے میں جہاں دیگر دینی امور اپنا حق ادا کرتے ہیں نماز ان پر سبقت لے جاتی ہے۔ دعاؤں و تسبیحات کے ساتھ پابندی اوقات، شرائط طہارت پاکیزگی اور جسمانی حرکات کا جوڑ محض اس خاطر لگایا گیا ہے کہ انسان پوری طرح نفس امارہ پر دسترس حاصل کرے۔ صبح نرم گرم بستر ہٹا پھینکنا، جاڑے میں گرم پانی دستیاب نہ ہونے پر انتہائی سرد پانی سے آفتابے کو خوش آمدید کہنا اور پھر مصلے پر دست بستہ کھڑے ہو جانا، ضبط نفس کا عملی درس ہے۔

اجتماعی نظام: انسان کی زندگی بھائی بندوں کے ساتھ بیشمار رشتوں کے تعلقات ہیں جبکہ بندے کو قوانین الٰہی اپنی ہی زندگی میں جاری و ساری کرنا کافی نہیں بلکہ پوری دنیا پر غالب و نافذ کرنا ہیں۔ اس لیے ناگزیر ہے کہ مسلمان اپنی ایک مشترکہ جماعت پیدا کریں۔ نماز روزانہ پانچ اوقات حرکت میں لاتی ہے۔ فوجی آدمی وسل سنتے ہی چل پڑتا ہے کھانے کا لقمہ اول توڑتا ہو۔ چائے چلنے کے کپ کو ہونٹ بوسہ بھی نہ دے سکے ہوں وہ اٹھتا ہے کہ اسے کمانڈر نے طلب کیا ہے بعینہٖ مسلمان "اللہ اکبر" کی آواز سنتے ہی کام کاج وہیں چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتا ہے گویا پورے کے پورے نظام کے کل پرزے حرکت میں آ جاتے ہیں مسجد میں پہنچ کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ ہم سب ایک ہی منزل کے راہرو ہیں اور ہمارے پیش نظر ایک ہی مقصد ہے۔

مساوات: نماز مساوات کا بے مثل و بے مثال عملی درس دیتی ہے۔ نماز یاد دلاتی ہے کہ بحیثیت انسان امیر و غریب اور شاہ و گدا ہم سب برابر ہیں۔ جہاں کسی کو جگہ ملتی ہے غنیمت سمجھتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ع

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اتباع سردار: نماز اطاعت سردار کی تعلیم دیتی ہے اگرچہ امامت کا حقدار ہر کلمہ گو قرار پایا ہے مگر شریعت محمدی میں تلقین فرمائی گئی ہے کہ

ہر قوم کا ایک سردار ہوتا ہے لہٰذا انتخاب امام کے لیے شرائط عاید کر دی گئی ہیں کہ جو سب میں زیادہ پرہیزگار، متقی اور عالم دین ہو، وہی حقدار امامت ہے اور جو امام قرار پائے اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔

فرائض سردار

امام کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں اور بچوں کا خیال رکھے۔ اتنی لمبی آیات کی قرأت نہ کرے اور اتنے طویل رکوع و سجود نہ کرے کہ پیچھے کھڑے ساتھ نبھا نہ سکیں یعنی حسب استطاعت و قوت (اعتدال پسند) کام لینے کی سردار کو ہدایت ملتی ہے۔ نیز یہ کہ اس کا برتاؤ مربیانہ و مشفقانہ ہونا چاہیے۔

فرائض ملت

نماز میں امام کی پیروی پر سختی سے پابند رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے امام کی حرکت سے قبل حرکت نہیں کی جا سکتی۔ ایسا اقدام مورد گناہ ہے۔ تو گویا نماز میں افراد ملت کو یہ عملی درس ملتا ہے کہ جب تک تمہارا لیڈر شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرمو انحراف نہ کریں۔

نظم جماعت

اسلام میں نماز با جماعت پڑھنے پر بہت ہی زیادہ زور دیا گیا ہے اسی لیے ایسی نماز کا ثواب زیادہ مقرر فرمایا ہے آخر اتنی تاکید نماز با جماعت پر کیوں دی گئی ہے یہاں تک کہ جہاد کے دوران بھی نماز با جماعت ہی کا اہتمام فرمایا جاتا رہا جس کی شاہد تاریخ ہے اس سے نظم جماعت کا پہلو روز روشن کی طرح واضح ہے۔

ستر پوشی

برہنہ جسم نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے کم از کم شرعی ستر کا ڈھکا ہونا اشد ضروری ہے، ستر پوشی میں انسان کی عزت ہے ناموس ہے، شان ہے اور وقار ہے۔ بعض مذاہب میں دیوتا کے سامنے برہنہ جسم حاضری دینا عین سعادت خیال کیا جاتا ہے اسلام نے اس مذموم فعل، شیطانی اختراع اور خبث خیالی کی شدید مذمت کرتے ہوئے نماز کے لیے ستر پوشی پر زور دیا ہے۔

پابندی وقت

اسلام کے نماز پنجگانہ کے اوقات مقرر کر دیے ہیں ان میں لیت و لعل اور پس و پیش کی قطعاً گنجائش نہیں اس سے پابندی وقت ایسی اعلیٰ ترین صفت پیدا ہو کر انسان کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے۔

طہارت و پاکیزگی

نماز پڑھنے کے لیے جسم و جامہ اور جگہ کا صاف پاک ہونا اشد ضروری ہے۔ رفع حاجت کے بعد استنجا اور وضو کی تاکید ہے اور کپڑوں کے پاک صاف رکھنے کا بھی حکم ہے۔

سحر خیزی

نماز سے رات جلد سونے اور صبح جلد بیدار ہونے کی عادت راسخ ہو جاتی ہے کیونکہ دیر سے سونے پر صبح آنکھ نہ کھلنے کا ڈر ہوتا ہے اور صبح نماز کے لیے جلد بستر چھوڑنے کی فکر برابر ستائے رکھتی ہے۔

اطباء سویرے جاگنے اور جلدی سونے کو صحت کے لیے بہت مفید بتاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے صحت برقرار رہتی ہے۔

عاجزی و انکساری

عاجزی ہی وہ تحفہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت معراج شریف ساتھ لے گئے تھے۔ ہاتھ باندھنا مودبانہ کھڑے ہونا، سرنگوں کر دینا اور خدا کی پاکی کا دل و زبان سے اقرار کرنا، گھٹنے ٹیکنا، سر زمین پر رکھنا، عالم عاجزی و بیچارگی میں سبحان ربی الاعلیٰ کا پڑھنا، اپنی نیازمندی و فرمانبرداری کا یقین دلانا ——— ہچکی کا لگنا، ڈرتے ڈرتے مناجات کرنا، اور گڑگڑا کر اشکوں کی مالا پرونا ایسے ہی منکسر المزاج اور متواضع بندوں پر اس کی رحمتیں برستی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (الحج) اور خوشخبری سنا عاجزی کرنے والوں کو۔

الفت و محبت

نماز قلب انسانی کو موم کی طرح نرم اور پھول کی مانند ملائم بنا دیتی ہے خوف خدا ڈیرے ڈال دیتا ہے اور الفت و محبت کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ جب یہ دو چیزیں دل میں رچ جائیں تو دل شکستہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ع

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس اور شکستہ حال نمازی رفقاء کو دیکھ کر دل پہ ایک چوٹ سی لگتی ہے جو پہلے ہی چکنا چور ہوتا ہے تو یہ ہلکی سی ضرب کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا ان کی پریشانیوں کے تار و پود اڑا دینے کے لیے اس کا دن کا آرام اور رات کی نیند حرام ہو جاتی ہے وہ خدمت خلق ہی میں نجات خوشی اور کامیابی گردانے لگتا ہے اس کا دل کسی کی معمولی سی تکلیف پر چھلک اٹھتا ہے تسبیح میں پرونا ایک منکہ بن کر رہنے میں اپنی حیات سمجھتا ہے۔ اپنے مفاد پر بھائیوں کے مفاد کو ترجیح دینے لگتا ہے یہی اسلام چاہتا ہے۔ ملت اسلامیہ ایک جسد ہے اور افراد ملت اس کے اعضاء، ایک عضو مبتلائے تکلیف ہونے پر دیگر اعضائے جسد کو بے خوابی و بے آرامی کا شکار ہو جانا چاہیے یہی تقاضائے قدرت ہے یہی منشائے فطرت ہے ایسا جذبہ جب کسی قوم کے رگ و پے میں سرایت کر جائے تو وہ ایسی سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہے کہ دنیا بھر کی قوتیں اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اس قوم کی خوبیاں انسان کو اتنی بلندیوں پر پہنچاتی ہیں کہ فرشتوں کی بھی جہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔

فرشتے بننے سے یارب میری توقیر گھٹتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان ہی رہنے دے

مصائب سے نجات

نماز انسانی آفات سے بچانے کے لیے ڈھال کا کام دیتی ہے نماز انسان کو گناہوں سے متنفر کر کے نیکیوں کا دلدادہ بنا دیتی ہے اور متقی لوگوں میں شامل کر دیتی ہے۔ نمازی کو نیک کاموں میں فرحت و لذت آنے لگتی ہے ایسی بستیوں کے مکینوں سے مصائب گھبراتے ہیں اور شدائد دور رہتے ہیں رحمت ایزدی ہمیشہ پر پھیلائے رکھتی ہے جن بستیوں کے مکین پانچوں وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتے ہیں۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

اور مدد چاہو ساتھ صبر اور نماز کے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی سخت امر درپیش آتا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

فراخیٔ رزق

فراخیٔ رزق سے مراد کشائش و برکت ہے نماز سے رزق میں کشائش ہوتی ہے حضرت شفیق بلخی رح نزہۃ المجالس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم نے رزق کی برکت نماز چاشت میں پائی۔

تربیت جہاد

نماز تربیت جہاد کا خوب درس دیتی ہے۔ نمازی شیطان کی تھپکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کے سیاسی و جنگی حربوں سے چوکنا رہتا ہے وہ شیطان کو پانچ بار دن میں شکست دے کر سکون بھری سانس لیتا ہے۔ نمازی موسم کی سختی و نرمی کا محاسبہ کرتا ہے۔ فضا کی خوشگواری و ناخوشگواری اور حالات کی سازگاری و ناسازگاری سے دل برداشتہ نہیں ہوتا بلکہ جوانمردی و استقلال دکھاتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح تربیت جہاد حاصل کر کے حیدری بازو رکھنے والا مرد مجاہد ثابت ہوتا ہے۔

عشق الٰہی

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ) پس یاد کرو تم مجھے اور میں یاد کروں گا تمہیں۔

نماز بھی ذکر کی اقسام میں سے ایک ہے۔ بندہ کا یاد کرنا یہ ہے کہ دنیا سے جملہ ناطے منقطع کر کے ان مصروفیات زندگی سے چند منٹ بچا کر مصلے پر اپنے مالک حقیقی کے حضور دست بستہ کھڑا ہو جائے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ رکوع و سجود کرے، اپنی بے بسی و بیچارگی کا اظہار خوب گڑگڑا کر کرے کہ وہ گناہوں پر ندامت کے اشک بہائے کہ میرا اس کون و مکاں میں تجھ بن کوئی سہارا نہیں ہے۔ میں مجسمہ خطا اور سہو کا پتلا ہوں میں ناقص العقل اور سیاہ کار ہوں۔ مجھے جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا خدشہ، دولت کی طلب ہے نہ حشمت کا اشتیاق۔ بس صرف اسی لیے سربسجود ہوں کہ یہ تیرا فرمان ہے اور اسی میں تیری رضا و خوشنودی ہے بلاشبہ نمازی کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے سچی محبت ہوتی ہے۔

یہ سچی محبت ہی تو ہے جو جان و مال اور اولاد کی محبت کو سدراہ نہیں بننے دیتی، صحراؤں کی تپش، پانی کی بندش، تیغوں کی گھن گرج، شہر بدر کرانے والا مرض، کوڑوں کی مار اور دہکتے کوئلوں کے انبار پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا دھیان اور تمام تر توجہ کا ارتکاز اس کا محبوب ہوتا ہے اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ اس پر پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔

(بشکریہ انوار مدینہ)

برصغیر میں سولہویں صدی (۱۶۰۰) سے عیسائی مشنریوں کی یلغار جاری ہے

علماء حق نے ہر قدم پر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا

عیسائی مشنریوں کی آمد

برصغیر ہند کی زرخیزی، دولت کی فراوانی اور شاہان مغلیہ کے جاہ و حشم کے افسانے عرصہ دراز سے یورپین اقوام کے گوش گذار ہو رہے تھے اور وہاں کے باشندے اس ملک میں رسائی حاصل کر کے یہاں کے وسائل سے فائدہ اٹھانے اور اپنی توسیعی پالیسی کے تحت مختلف ذرائع سے یہاں قدم جمانے کے واسطے بے چین تھے۔ فن جہاز رانی کی ترقی نے بحری سفر کے ذریعے دور دراز براعظموں میں پہنچنے کی آسانیاں پیدا کر دیں۔ سولہویں صدی میں ڈچ جہاز رانوں کا ایک قافلہ براعظم افریقہ کے گرد چکر لگا کر ہندوستان پہنچا اور ساحل مالابار پر لنگر انداز ہوا اس قافلے کے ہمراہ عیسائی مشنریوں کی ایک جماعت تھی جو کسی مقام پر پہنچکر اور وہاں کے باشندوں کو عیسائی بنا کر حکومت حاصل کرنے کے فن میں ماہر ہوتے ہیں ساحل پر لنگر انداز ہوتے ہی انہوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے مشہور مورخ مولوی ذکاء اللہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلی یلغار عیسائی مبلغین کی ساحل مالابار پر ہوئی۔ مالابار کے راجہ نے ان نو وارد مہمانوں کی دلجوئی اور خاطر مدارت کی اور ان کے ساتھ بہت مراعات کیں۔ یہاں تک کہ مالابار میں مقیم ہو کر انہوں نے در پردہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ اس کے بعد تقریباً ہر یورپین ملک کی حکومت نے ہندوستان کے ساحلی مقامات پر اپنے قدم جمانے اور قبضہ کرنے کی غرض سے مہمیں روانہ کیں۔ یہ لوگ طاقت

سب سے پہلا مناظرہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان دہلی کی شاہی مسجد میں ہوا۔ مولانا رحمت اللہ اور پادری فانڈرس کا سہ روزہ مناظرہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے

کے زور سے وہاں کے اصلی باشندوں کو جو زیادہ تر قدیم پست اقوام پر مشتمل تھے زیر کر کے اپنی نو آبادیاں قائم کرتے اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے، ان کے ہمراہ ایک مشنری جماعت بھی ہوتی تھی جو مختلف طریقوں سے ان جاہل و ناخواندہ افراد کو تبدیلی مذہب پر مجبور کرتے سنہ ۱۵۰۰ء میں پرتگالی عیسائی تاجر مندرجہ بالا مقاصد کے پیش نظر ساحل مالابار پر اترے اور اس کا بہت بڑا حصہ فتح کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی۔ ان کے ہمراہ تاریخ موسوی ذکاء اللہ کے مطابق جو رومن کیتھولک مشنریوں کی جماعت تھی اس نے فوراً اپنے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے چرچ مشنری سوسائٹی کے نام سے ہندوستان میں سب سے پہلی مشنری جماعت قائم کی اور اس کے ذریعہ سے اپنے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانا شروع کیا۔ وہ لوگ ہندو عورتوں سے شادیاں کرنے

انگریزوں کے دور میں مسلمانوں کی مخصوص نشانیاں مٹانے کی کوشش کی گئی اور مسلمان فوجیوں کے لیے داڑھی منڈوانا لازمی قرار دیا گیا۔

کے بعد ان کو جبر و تشدد سے عیسائی بنانے لگے اب ان پرتگالی تاجروں نے اپنی توسیعی پالیسی کے تحت کئی اور علاقے فتح کئے اور وہاں کی ہندو آبادی کو بھی جبراً عیسائی بنانا شروع کر دیا ان کے پادری حکومت کی شہ پر ان لوگوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے، یہاں تک کہ وہ اپنا آبائی مذہب ترک کر کے عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ وزیر نامی سیاح جو اس زمانے میں جنوبی ہند کی سیاحی کی غرض سے آیا ہوا تھا اپنے سفرنامے میں رقمطراز ہے کہ ایک دن صبح کو میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں عیسائیوں کا دار القضاۃ بنا ہوا تھا۔ دار القضاۃ کیا ایک مقتل تھا۔ جو عیسائی نہ بنتا اسے سولی پر چڑھا دیا جاتا۔ یا زندہ جلا دیا جاتا۔ سور کا گوشت اعلانیہ بکتا۔ عورتیں پکڑ کر زبردستی عیسائی بنائی جاتیں۔ سنہ ۱۵۴۲ء میں مشہور مشنری اگزیویر ہندوستان آیا وہ جنوبی ہند کے نیم وحشی باشندوں کو پرتگالیوں کی مدد سے گرفتار کرواتا اور ان کو کثیر تعداد میں عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کرتا ان جبریہ تبدیل مذہب کرنے والوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی۔ جیسوٹ پادریوں نے اپنے مشن سے متعلق ایک نیا محکمہ نشر و اشاعت قائم کیا انہوں نے سنسکرت زبان سیکھ کر ہندو لٹریچر پڑھنا شروع کیا اور ہندی زبان میں وید کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا اس میں عیسائی مذہب کی تعریف و توصیف کا اضافہ کر دیا۔

فرانسیسی

سنہ ۱۶۷۴ء میں ہندوستان میں پانڈیچری کے مقام پر فرانسیسیوں کی ایک کثیر تعداد لنگر انداز ہوئی انہوں نے بھی ہندوستانی قدیم باشندوں کو زیر کر کے اپنے گرد و پیش کے مقامات پر قبضہ کر کے حکومت قائم کرلی۔ اس حکومت کو فروغ اور استحکام دینے کی غرض سے فرانسیسیوں نے بھی عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا۔ عیسائی بنانے کے بعد وہ ان کے ساتھ ہر قسم کے مراعات برتتے تاکہ وہ لوگ ان کی حکومت کے پورے طور پر وفادار بن جائیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے غیر ممالک سے متعدد مشنری سوسائٹیاں ہندوستان میں درآمد کر کے ان کے لیے تبلیغ عیسائیت کے مواقع فراہم کئے ان کی ہر طریقے سے امداد کی۔ یہاں تک کہ جنوبی ہند کے اچھوت بالخصوص بہ تعداد کثیر عیسائی مذہب قبول کرنے لگے۔

ڈنمارک

شاہ ڈنمارک بھی اس کارگزاری میں کسی سے کم نہیں رہنا چاہتا تھا اس نے سنہ ۱۷۰۶ء میں مندرجہ بالا مقامات پر اپنے دو عالم فاضل پادری بھیجے جنہوں نے تامل زبان میں بائیبل کا ترجمہ شائع کیا جو ان … اطراف کے تامل باشندوں کو عیسائی مذہب سکھانے میں بہت کارآمد ثابت ہوا۔ اور ان کے ذریعے عیسائی مذہب کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

انگلستان

جارج دوم شاہ انگلستان نے اسی زمانہ میں کئی مشنری گروپ ہندوستان بھیجے جنہوں نے ترچناپلی کے مقام پر اپنا اڈہ قائم کیا اور وہاں کی حکومت میں اتنا اثر و رسوخ پیدا کیا کہ مہاراجہ تنجور ان کی ہر طرح کی امداد پر آمادہ ہو گیا۔ اور ان کو ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں جس سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے ایک بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر کے اپنا تسلط جمایا اور ادھر ادھر بھی چھاپے مارنے لگے یہاں تک ایک مرتبہ سلطان حیدر علی سے بھی ان عیسائیوں کی جھڑپ ہوئی۔ لیکن وہ کوئی فیصلہ کن جنگ نہیں تھی جس سے عیسائی اپنے مقبوضہ علاقے چھوڑنے پر مجبور ہو کر اپنے توسیعی عزائم سے باز رہتے اور رفتہ رفتہ سارے ہندوستان پر دندان آز تیز نہ کرتے اور یہاں کی چھوٹی ریاستوں کو آپس میں لڑا کر اور ان میں سے ایک فریق کی مدد کر کے اس کی فتوحات پر اپنا قبضہ جما کر مقبوضات میں اضافہ نہ کرتے اس وقت اگر سلطان حیدر علی ان کے عزائم سے واقف ہوتا تو وہ بھی دوسری ریاستوں کی مدد سے ان کو شکست فاش دیکر ہندوستان کی تاریخ کا رخ کسی دوسری سمت موڑنے میں کامیاب ہوتا۔ لیکن ہوتا ہے وہی جو منظور خدا ہوتا ہے۔ برصغیر ہند کی قسمت میں کاتب ازل نے انگریزوں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی مقدر کر دی تھی۔

سیلون کی طرف سے بھی یورپی عیسائیوں کا ایک قافلہ ساحل چٹاگانگ پر لنگر انداز ہو کر کھاری میں آباد ہوا اور ان کے

چاروں طرف خندق کھود کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ہگلی کے دونوں طرف کے پرگنوں پر حملہ کر کے انہیں فتح کر لیا اور وہاں کے باشندوں کو جن میں زیادہ تر مسلمان تھے پکڑ کر زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا۔ ان میں سے جو شخص مزاحمت کرتا اس کے نتیجے میں مارا جاتا اور وہ لوگ اس کے بیوی بچوں پر بھی زبردستی قبضہ کر لیتے۔ مسلمان اگر عیسائیت قبول نہ کرتے تو انہیں ضرور مار ڈالتے۔ یہ فرانسیسی اور پرتگیزی عیسائی ریاست اراکان تک پھیل گئے اور جبریہ عیسائی بنانے کے علاوہ انہوں نے بڑے پیمانے پر لوٹ مار، غنڈہ گردی اور مقامی باشندوں کو پکڑ کر ان کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ عیسائی غلاموں کی ایک کثیر تعداد تیار کر کے یہی کاروبار ہگلی اور افریقہ کے ساحل تک پھیلایا وہاں کے راجہ نے مغل شہنشاہ کے مقابلہ میں اپنی طاقت کے اضافہ کے خیال سے چاٹگام کی بندرگاہ ان کے حوالے کر دی۔ اور اس کے علاوہ دوسری مراعاتِ خاص بھی دیں۔ ڈاکٹر برنیر رقمطراز ہے ان بدمعاش اور بے لگام لوگوں کا پیشہ لوٹ مار کے علاوہ اور کچھ نہ تھا یورپ کی دیگر اقوام بھی چاٹگام کے ان قزاقوں کے ساتھ اس مذموم تجارت میں شریک ہو گئیں۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہیں "ان پرتگالیوں کے پاس ایک لاکھ سے زاید سرمایہ نہ تھا باقی دولت کا دار و مدار حج بیت اللہ کے قافلوں پر دست درازی تھا"

امریکہ

امریکہ نے بھی سنہ ۱۸۱۲ء میں اپنی سب سے قدیم سوسائٹی BO DDFCOMMISSAONE. RS FOR FORENG MISSIONS کے ذریعہ ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا اور اس سوسائٹی کا ایک وفد اس غرض سے ہندوستان روانہ کیا۔

اسکاٹ لینڈ

جو سنہ ۱۸۲۹ء میں اسکاٹ مشنری سوسائٹی کی طرف سے بھی چند پادری ہندوستان آئے انہوں نے مدراس میں ایک درسگاہ قائم کی جو آئندہ چل کر تبلیغ عیسائیت کا اہم مرکز بن گئی۔ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ سولہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی یعنی مسلسل چار صدیوں تک یورپ کے ہر ملک نے برصغیر ہند کو زیرنگیں کرنے کی فکر میں یہاں اپنے تاجروں، سیاحوں، مسلح دستوں اور سب سے زیادہ عیسائی مشنریوں کے قافلے بھیجے تاکہ وہ یہاں کے باشندوں کو تبدیلِ مذہب کے ذریعے یورپین ممالک کا ہمنوا بنائیں اور اس ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے میں مدد دیں۔ ابتدا میں ان کو جنوبی ہند کے دیہاتوں اور نیچ ذات کے ہندوؤں کو عیسائی بنانے میں خاصی کامیابی ہوئی۔

عیسائی مشنریوں کی کارگزاریاں

۱۵۴۲ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک انگلستان، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، پرشیا، امریکہ، پرتگال، فرانس یعنی ہر یورپین ملک کی تقریباً بائیس مشنری سوسائٹیاں اپنے سینکڑوں پادریوں کے ذریعے ہندوستان میں مصروف کار

علمائے کرام کی کوششوں سے

مسلم عوام بھی تردید نصاریٰ پر آمادہ ہو گئے

تھیں انھوں نے اپنی حکومتوں کی امداد سے یہاں دو سو اکانوے گرجے، تیرہ سو چھیالیس سکول، ستانوے بورڈنگ ہاؤس قائم کر لیے۔ ان سکولوں میں سنتالیس ہزار پانچ سو لڑکے زیر تعلیم تھے۔ بائیبل اور دوسری مذہبی کتب و رسائل کی اشاعت کے لیے ان کے پچیس مشن کام کر رہے تھے۔ اس عظیم منصوبہ پر چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ کی امداد ان بیرونی ممالک سے ملتی تھی۔ بقیہ اخراجات وہ ہندوستان میں مختلف ذرائع سے روپیہ حاصل کر کے پورے کرتے تھے ان کے علاوہ سارے ملک میں تین سو سینتالیس اسکول اور ایک سو دو بورڈنگ ہاؤس لڑکیوں کے قائم ہو چکے تھے ان مشنریوں کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر اچھوت ذاتوں پر تھا جو اپنی غربت و افلاس اور سوسائٹی میں ذلیل مقام سے تنگ آ کر عیسائی مذہب قبول کر لیتے اور پادریوں کی امداد سے اپنے مصائب کا حل تلاش کرتے اور ان کے اسکولوں میں اپنے بچوں کو مفت تعلیم دلا کر ان کے مستقبل کے لیے بہتر مواقع فراہم کرنے کے خواہشمند تھے۔ ان اسکولوں کے طلباء کی تعداد عام طور سے ان ہی نیچ ذات کے ہندوؤں کی اولاد پر منحصر تھی۔ متوسط طبقہ کے لیے جن کی عورتیں عام طور پر پردہ کرتی تھیں۔ ان عیسائی مشنریوں میں سے سنہ ۱۸۵۲ء میں سب سے پہلی عورتوں کی ایک مشنری سوسائٹی قائم کی انھوں نے اپنا دائرہ کار اسپتالوں سے شروع کیا جہاں وہ رضا کارانہ طور پر مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے جاتیں اور ان کے تفریح طبع کے لیے گلدستے اور خطوط وغیرہ بھیج کر ان کو اپنی طرف راغب کرتیں۔ ان کے خطوط کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ بھی کی جاتی۔ غریب عورتوں کے وہ مفت کپڑے سلائی کرتیں انہیں دوائی وغیرہ فراہم کرتیں لاوارث اور بیوہ عورتوں پر خاص طور سے توجہ کر کے ان کی مالی امداد کرتیں تاکہ وہ اور ان کے بچے عیسائیت کی آغوش میں آ سکیں۔ متوسط گھرانوں میں یہ مشنری عورتیں دستکاری سکھانے اور دستکاری کے بہانے سے داخلے کی کوشش کرتیں۔ اور اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتیں۔

مغل شہنشاہوں کو عیسائی بنانے کی کوشش

ہندوستانی باشندوں کو عیسائی بنانے کی جدوجہد میں اپنی کامیابی دیکھ کر عیسائی مشنریوں نے اب سلطنت ہند کے مغل شہنشاہوں تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی اس لیے کہ بادشاہ پر ان کا جادو چل جائے اور وہ دلائل و براہین سے عیسائی مذہب اختیار کر لے تو پورا برصغیر فوج کشی اور جنگ کی سنگینوں کی آغوش میں آ جاتا ہے جب سنہ ۹۷۹ھ میں شہنشاہ اکبر ابراہیم حسین مرزا کی بغاوت فرو کرنے کی غرض سے بندرگاہ سورت گیا تو عیسائی پادریوں نے اس کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی حکومت کی طرف سے بیش قیمت تحفے اور نوادرات پیش کیے بادشاہ نے بھی ان کو شاہی خلعت انعام و اکرام سے نوازا اور دارالسلطنت پہنچ کر حبیب اللہ کاشی کو بندرگاہ سورت بھیج کر وہاں کی مزید نوادرات منگوائیں اور ان کے دستکاروں کو بلایا اکبر کی اس توجہ خاص سے عیسائی پادریوں کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی انھوں نے اس نادر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاص خاص پادریوں پر مشتمل چالیس افراد کا ایک قافلہ دارالسلطنت آگرہ کی طرف روانہ کیا۔ اکبر جو اپنی جولانی طبع کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک عبادت خانہ قائم کر کے مختلف مذاہب کے علماء کے درمیان مناظرے کروا کے راہ راست سے ہٹ کر اور دین اسلام سے منحرف ہو کر دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب قائم کر چکا تھا اس نے ان عیسائی پادریوں کی بڑی خاطر و مدارت کی اور آگرہ میں ان کو ایک گرجا گھر تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جو غالباً شمالی ہند میں عیسائیوں کا سب سے پہلا گرجا تھا ڈاکٹر برنیر جو اس کے بعد یہاں آیا تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے آگرہ میں ایک گرجا گھر بھی ہے جس کو جیسوئٹ فرقہ کے لوگوں نے بنایا اور ایک مکان جس کو وہ کالج کہتے ہیں اس میں بیس پچیس گھرانوں کے بچوں کو عقاید مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے ان جیسوئٹ لوگوں کو جو ایک مذہبی گروہ ہے شہنشاہ اکبر نے یہاں بلا کر آباد کر لیا۔ لاہور اور آگرہ میں گرجا گھر تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔

اکبر نیا مذہب بنا کر آتش پرستی کی طرف رجوع ہو چکا تھا لیکن اس نے ان مشنریوں سے مسلمان علماء کے مناظرے کروائے اس ہمت افزائی سے ان کو بہت کچھ امید ہو گئی کہ بادشاہ عیسائی مذہب قبول کر لے گا لیکن ان کو شدید ناکامی ہوئی اس کے باوجود آگرہ میں گرجا اور کالج اور مشنری سوسائٹی کے قیام کی اجازت کی صورت میں بہت کامیابی ہوئی۔ مغل دربار میں بھی ان کے نہایت غلط واقعات منسوب کیے ہیں۔ دارالشکوہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ ہندو اور عیسائیوں کے ساتھ عیسائی تھا اور بالآخر اس نے عیسائی مذہب قبول کر کے عیسائی عورت سے شادی کر لی اس کا نام مسیح النساء تھا۔ پادری ویلر اس من گھڑت افسانے کو مزید طول دے کر لکھتا ہے کہ دارا کے انتقال کے بعد اورنگ زیب اس کو اپنے عقد نکاح میں لایا اس کے علاوہ دیگر شہزادگان کے عیسائی عورتوں سے تعلقات کے غلط واقعات انہوں نے مشہور کیے ہیں مندرجہ بالا ریشہ دوانیوں اور افسانہ طرازیوں کے باوجود برنیر اس بات کا اقرار کرتا ہے مسلمان بادشاہوں اور ان کی مسلم رعایا سے کسی طرح تبدیلِ مذہب کی امید نہیں کی جا سکتی اور یقین نہیں کہ دس برس میں بھی ایک مسلمان عیسائی ہو جائے کیونکہ محمدؐ کے مذہب نے اپنے پیروؤں پر جس مضبوطی سے قبضہ کیا ہوا ہے ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا۔ انگریزوں نے اپنی ہوس ملک گیری تیز کر کے جنوب میں چند علاقے حاصل کرنے کے بعد کلکتہ میں

ایسٹ انڈیا کے نام سے اپنا صدر مقام بنایا، یہاں سے وہ مختلف مقامات پہ جوڑ توڑ کر کے ہندوستان کی ریاستوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مصروف پیکار کر کے اپنے مقبوضات میں اضافہ کر رہے تھے سلطنت دہلی پر بھی ان کی ہوسناک نظریں لگی ہوئی تھیں جس کے نتائج بالآخر ظہور پذیر ہو کر رہے عیسائی مشنری بھی ان کے دوش بدوش مصروف عمل تھے ۱۸۱۳ء میں انجمن ترقی علوم عیسائیت" نے اپنے آرک بشپ کی معرفت برطانوی پارلیمنٹ سے ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کی باقاعدہ اجازت چاہی آخر پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز پادریوں کی نگرانی کے لیے ایک بشپ اور تین آرک ڈیکن مقرر کیے جائیں تاکہ پادری ہندوستان میں اپنی تنظیم کا جال پھیلا سکیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی مقبوضات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ آرٹ ڈیکن کا دائرہ عمل بھی وسیع تر ہونے لگا ۱۸۱۳ء سے لے کر ۱۸۵۵ء تک اس عہدہ پہ مشہور عیسائی عالم و شاعر ڈاکٹر مڈالٹن، ڈاکٹر جینز، ڈاکٹر واٹرز ڈاکٹر کالن، ڈاکٹر ایڈورڈ ڈرولی جونس جیسے تجربہ کار قابل اور محنتی لوگ مقرر ہوتے جنہوں نے سارے ہندوستان کا دورہ کر کے مشنری سوسائٹیوں کو منظم کیا۔ مشنری فری اسکول، کالج اور یتیم خانے قائم کئے۔ عیسائیت پر کتابیں لکھیں اور نظمیں لکھیں۔ مختلف زبانوں میں انجیلیں طبع کرائیں۔ اور حکومت کی سرپرستی میں ایک غیر منظم تحریک کو ایک باقاعدہ تنظیم کی شکل دیدی اب ہندوستان کے تقریباً ہر ضلع میں ایک عیسائی مشن، ایک گرجا اور ایک سکول قائم ہو گیا اور ۱۸۱۴ء سے ۱۸۷۴ء تک ہندوستان میں نو سو پادری اور دو سو اکانوے گرجے اور سترہ سو تصدیق شدہ عیسائی تھے۔ عیسائی پادریوں نے اردو زبان سیکھنا شروع کی، پادری جان جوشوا نے اردو گرامر لکھی، ایم ٹائیلس نے اردو لغت مرتب کی۔ سب سے پہلے ڈچ مشنریوں نے مدراس میں لوہے کے حروف کے چھاپے خانے شروع کیے اور اس طرح زبانی پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ انہوں نے تحریری پروپیگنڈہ بھی شروع کیا اور ۲۷ ہزار انجیل اور دعاؤں کی کتابیں اور پمفلٹ تقسیم کیے ان کی فروخت کی آمدنی تبلیغ عیسائیت پر صرف ہوتی لارڈ ولزلی کے زمانہ میں انجیل وغیرہ عوام میں مفت تقسیم کرنے کا باقاعدہ انتظام شروع ہوا اور فورٹ ولیم کلکتہ میں بائبل سوسائٹی قائم ہو گئی۔ جس کی سرپرستی لارڈ ولزلی اور اس کے بعد ہر ایک وائسرائے نے بڑی بڑی رقوم سے کی۔ اس کے بعد اس مقصد کے لیے متعدد سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ جن کے اغراض و مقاصد میں سے ایک یہ تھا۔ کہ بیس کروڑ نفوس جو ہندوستان میں آباد ہیں ان کی تعلیم و تلقین کا انتظام کریں جو ان ہی کی زبان میں ہو

عیسائیوں کی مشنریوں کی سرپرستی

حکومت ہند نے مشنری سوسائٹیوں کا پورے طور سے ساتھ دیا بلکہ ان کا ہر کام حکومت کی سرپرستی، پالیسی اور مشورے کے مطابق ہونے لگا۔ جس نے اپنی طاقت، دولت اور قانون کی رو سے تبلیغ عیسائیت کی جدوجہد میں حصہ لیا اس کا اظہار پادری میکلیان نے ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ کے اجلاس میں اپنی حسب ذیل تقریر میں کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت پہ انگلستان کا قبضہ ہو تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے"۔ لارڈ کیننگ کے عہد میں انگریز فوجی افسر ہندو مسلمان فوجیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے وہ ہاتھ میں بائیبل لے کر سپاہیوں میں گشت لگاتے اور مسیح کا سپاہی بن کر نصرانیت کے اصول سکھاتے تھے اگرچہ پارلیمنٹ میں ملکہ وکٹوریہ نے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ اس کی حکومت ہندوستان کے باشندوں کے مذہب سے کوئی تعرض نہیں کرے گی۔ انگریز صرف زبان سے اس کا اظہار کرتے تھے لیکن عملاً حکام فوج اور افسران شہر اپنے گھروں پر بلا کر پادریوں سے مذہبی تلقین کرواتے تھے مسلمان عیسائیوں کو نصاریٰ کہتے تھے جو وہ اپنے لیے باعث توہین سمجھتے تھے اور یہ لفظ کہنے والے تک کو قانونی گرفت میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔

قانون سے مدد

ہندو مسلم قوانین کی رو سے ترک مذہب کرنے والا آبائی ترکے سے محروم ہو جاتا تھا لیکن انگریز نے یہ قانون بنایا کہ عیسائیت قبول کرنے والا شخص اپنے آبائی ترکے کا حقدار رہتا۔ ہندو اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی نشانیوں کو بھی انہوں نے مٹانے کی کوشش کی اور فوجیوں اور قیدیوں کے لیے داڑھی منڈوانا لازمی قرار دے دیا۔ انگریزی حکام نے اصلاح رسوم کے نام سے بھی کئی قوانین بنائے جن میں سے ایک انسداد غلامی تھا۔ ہر قحط میں یتیم اور لاوارث بچوں پر حکومت قبضہ کر کے انہیں عیسائی مشنریوں کے حوالے کرتی۔ مشن کے سینکڑوں اسکولوں میں داخلے کے لیے حکام ضلع ترغیب دیتے تھے اور سرکاری ملازمین پر خاص نظر رکھی جاتی کہ ان کے بچے داخل ہوتے ہیں یا نہیں۔ (اسباب بغاوت ہند) انگریزی تعلیم کی ترویج کے نام سے کلکتہ میں اینگلو انڈین کالج، دہلی کالج اور آگرہ، بنارس، اجمیر، ڈھاکہ اور لاہور میں گورنمنٹ کالج قائم ہوئے۔ ان میں بھی عیسائیت کی تبلیغ ہوتی۔ سب سے پہلے لاہور میں تین لڑکے عیسائی ہوئے جس پہ بہت شور و غل ہوا۔ ان کالجوں کی تعلیم سے ہندو نوجوانوں میں بھی مذہب کی بندشوں سے آزادی کی لہر دوڑی آگے چل کر یورپین لٹریچر اور سائنس کی ترویج کے بہانے اسکولوں اور کالجوں میں انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا جس سے نوجوان طبقہ ماضی کی روایات سے بیگانہ ہو کر انگریزی رسم و رواج کی طرف مائل ہونے لگا ۱۸۶۴ء میں انگریزوں نے قاضیوں کا عہدہ منسوخ کر دیا جس کی حیثیت مسلمانوں کے شخصی اور مذہبی قوانین کے لیے اشد ضروری تھی۔

دیہاتوں میں عیسائیت کی تبلیغ

پادری ٹولیاں بنا کر اور اونٹوں یا بیل گاڑی پر سامان لاد کر دیہاتوں میں جاتے اور ایک بڑے درخت کے نیچے سامان رکھ کر ڈھول پیٹ کر یا گانے گا کر لوگوں کو جمع کر کے وعظ کہتے پھر دو دو کی ٹولیوں میں بٹ کر لوگوں کے گھروں میں جا کر ان سے واقفیت پیدا کرتے اور میلوں ٹھیلوں کے موقع پر بھی مجمع اکٹھا کر کے دیہاتیوں میں تبلیغ عیسائیت کرتے۔ وہ ہندو اور مسلمانوں کے بچوں کو اغوا کر کے بھی لے جاتے۔ اور عیسائی بنانے کی غرض سے ان کو کسی دور دراز کے مقام پر بھیج دیتے۔

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

عیسائی لٹریچر کی اشاعت کی غرض سے ۱۸۶۹ء میں لاہور میں یہ سوسائٹی قائم کی گئی جس کے ذریعے کتابوں کی طباعت اور فروخت کا انتظام شروع ہوا۔ پادری عمادالدین اور دوسرے پادریوں کی مذہب اسلام کے خلاف تصانیف نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ مسلمان کاتب ان کی کتابت کے لیے اور مطابع ان کی اشاعت کے لیے تیار نہ ہوتے ان عملی دشواریوں کے باوجود ان کی کتابت لیتھو ٹائپ پہ ہونے لگی۔

پادریوں کا مقابلہ

اس پر آشوب اور قابل نفرت زمانے میں جب ہندوستان کے گوشے گوشے میں عیسائی فرنگیوں کا جال پھیلا ہوا تھا اور پادری یسوع مسیح کے نام پہ حکومت کے اختیارات کے مالک بن گئے تھے اور ہندوستان کے ہر مذہب کے پیشواؤں کا مذاق اڑانا ان کے لیے معمولی بات تھی اور وہ ہر بندش سے آزاد ہو کر اپنے مذہب کا پراپیگنڈہ کر رہے تھے جس سے عوام کے متاثر ہونے کا سخت اندیشہ ہو گیا تھا۔ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر علمائے کرام اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کی خاطر میدان میں نکل آئے ان میں شاہ عبدالعزیز، حضرت مولانا آل حسن، مولانا رحمت اللہ، ڈاکٹر وزیر خان، مولانا اشرف الحق، مولانا ابوالمنصور، مولانا محمد قاسم، مولانا عبدالحق محدث دہلوی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد علی، مولانا عبدالباری مولانا چراغ علی وغیرہ شامل تھے (کتاب فرنگیوں کا جال) ان علماء نے رد نصاریٰ کی تحریک شروع کی اور اس کے لیے تمام وقت اور زندگی وقف کر دی۔ عیسائیت کی بڑھتی ہوئی ترقی اور تبلیغ کو روکنے کی انہوں نے ہر طریقے سے جدوجہد شروع کر دی۔ وہ عیسائیوں کی کتابوں کے جواب میں کتابیں لکھتے اور ان سے مناظرہ کرنے کو سب سے بڑا جہاد قوم اور ملک کی خدمت تصور کرتے تھے مولانا حالی نے رد نصاریٰ پہ "تریاق مسموم" اور "تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے" دو کتابیں تصنیف کیں۔ سرسید اور ان کے رفقاء نے بھی اس سلسلہ میں بہت کچھ کام کیا۔ رفتہ رفتہ پادریوں سے باقاعدہ مناظروں کا سلسلہ منظم شکل میں شروع کیا گیا تقریباً ایک سو علماء مولانا رحمت اللہ کی زیر قیادت اس کام پہ آمادہ ہوئے۔ دہلی اور آگرہ کو صدر مقام قرار دے کر مسجدوں کو مراکز بنایا گیا۔ ہر ضلع اور قصبے میں ان کے شاگرد رد نصاریٰ پہ آمادہ ہو گئے جب کوئی بڑا مناظرہ ہوتا مرکز کے علماء ان کی امداد کے لیے آجاتے وہ عوام کے سامنے پادریوں کو دلائل سے قائل کرتے اور کہیں ان کو اطمینان سے تبلیغ نہ کرنے دیتے علماء کرام کی کوششوں سے مسلم عوام بھی تردید نصاریٰ پہ آمادہ ہوتے جیفرائے دہلی کا مشنری انچارج تھا اب ہر جگہ اس کی مخالفت ہونے لگی بالخصوص ایک نابینا مولوی جیفرائے کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا جہاں

جیفر اسے کھڑا ہو کر منادی کرتا وہیں یہ مولوی اس کے پہلو میں کھڑا ہو کر مسیحیت کی مخالفت میں وعظ شروع کر دیتا جیفر اسے دوسری جگہ جاتا تب بھی یہ مولوی اس کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا اور وعظ کہنے لگتا۔ پشاور میں علماء کرام کی تبلیغی جدوجہد کا نقشہ پادریوں نے ان الفاظ میں کھینچا ہے "مسلمان ملا ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح بازاری منادی ہو۔ جہاں ڈاکٹر پٹیل جاتا وہاں ملا بھی آ جاتا اور اسلام پہ وعظ شروع کر دیتا پٹیل کو اس طرح دق کرتے۔۔۔۔

مولانا محمد قاسم، مولانا اشرف الحق اور مولانا ابوالمنصور نے تمام ہندوستان کے پادریوں کے حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ صرف مولانا اشرف الحق ہی کے نام سے پادری کانپ جاتے تھے وہ اسلام کا شیدا ہندوستان کے تمام صوبوں میں گشت کر کے اسلام کا دبدبہ قائم کر رہا تھا آج یہاں، جگہ جگہ پادریوں کا مقابلہ کر رہا ہے تو کل بنارس، غازی پور میں، پرسوں گولکنڈا، کلبرگہ اور احمد نگر میں۔ دیہاتوں میں بھی گشت کر کے وہ ردِ نصاریٰ اور تبلیغ اسلام پہ وعظ کہتا۔ ان علماء کو ہر وقت تلاش رہتی کہ کہیں پادری کی بُو آ جائے تو وہ پہنچ کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اس کے پنجے سے چھڑا لیں ان مناظروں کا سلسلہ اکبری دور میں شروع ہوا تھا اس کے بعد پادریوں اور علماء کے درمیان مسلسل چھیڑ چھاڑ چلی جاتی۔ شروع میں علماء پادریوں کو ناقابل توجہ سمجھ کر خاموش رہتے لیکن جب پادریوں نے انکی خاموشی کو اپنے مذہب کی حقانیت پر محمول کرنا شروع کیا۔ تو علماء نے ضروری سمجھا کہ اس فتنے کا خاتمہ کیا جائے۔ علماء نے مناظروں کے لیے تیاریاں کیں۔ مواد فراہم کیا اور خود پہل کی، اس کی ابتدا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کی اور سب سے پہلا مناظرہ دہلی کی شاہی مسجد میں ہوا اس کے بعد یہ مناظرے زندگی کا معمول بن گئے۔ جہاں کوئی پادری نظر آیا اس سے مناظرے کا اہتمام کر کے اس کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ تقریباً ایک درجن مناظرے تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً مولوی رحمت اللہ اور پادری فانڈس کا سہ روزہ مناظرہ وغیرہ۔

مناظرے کے وقت میں پچیس ہزار سے کم سننے والوں کا مجمع نہ ہوتا۔ تثلیث، ولادت مسیح، تحریف انجیل نسخ نبوت محمدی پر علماء کی مدلل بحثیں۔ شہر میں آگ لگا دیتیں اور معلوم ہوتا کہ سارا شہر امڈ کر آ گیا ہے۔ ان تاریخی اور معرکہ آرا مناظروں نے پادریوں کی ہمتیں توڑ دیں اور اپنی مسلسل ناکامیوں کے باعث انہوں نے مناظرے سے گریز شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ ان کا سلسلہ بند ہوا، لیکن پادریوں کی تبلیغ کی دنیا بھی ٹھنڈی پڑنے لگی گرجے سُونے پڑنے لگے اور مشنری بہت کم نظر آنے لگے۔ مناظروں ہی سے متاثر ہو کر ہندوؤں نے اور انگریزوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا اور اکثر لوگ جو اپنا آبائی مذہب ترک کر کے عیسائی بنے تھے اپنے مذہب پر واپس آ گئے اب ان علماء نے تبلیغ اسلام بڑے پیمانہ پہ شروع کی اور دلائل سے اسلام کی حقانیت ثابت کر کے عیسائیوں کو مسلمان کرنے لگے۔ مولانا عبدالمنصور نے سب سے بڑی تعداد میں عیسائیوں کو مسلمان کیا۔ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے بھی بہت سی انگریز عورتوں کو مسلمان کیا۔

مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا اشرف الحق نے بھی بہت سے مسلمان بنائے۔ (مناظرہ دکن) اور ان عیسائیوں کو جو بڑے بڑے پادریوں کی صحبت عرصہ دراز سے اپنائے ہوئے تھے، عیسائیت سے متنفر کیا۔ ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر خوف و ہراس کا عالم طاری تھا۔ اسکول، کالج، یتیم خانوں کا قیام اور اخبار و رسائل اور کتب کی اشاعت اور زبانی وعظ سے حکومت کی شہ پا کر بلا خوف و خطر عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی اور اس میں کسی قدر کامیابی حاصل کی۔ لیکن جب مسلمانوں کے دلوں سے انگریزوں کا رعب و دبدبہ ختم ہو گیا۔ اور ان میں اعتماد و خودداری کا جذبہ پیدا ہوا تو انہوں نے براہین اور دلائل اور ہر قسم کی کوشش سے عیسائی مشنریوں کی ہمتیں پست کر دیں۔ اور ان کی رفتار کو صدیوں پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔

(بشکریہ۔ نئی روشنی)

نعت

از
عبدالرحمٰن خالد

بات ہو جب خمار کی، ذکر ہو جب سرور کا
آتا ہے یک بیک خیال جام مئے طہور کا

بخشا جب اس جہاں کو اک دُرِّ یتیم نے شرف
بجھ گئے نخوتوں کے دیپ جھک گیا سر غرور کا

کرتے ہیں اکتساب نور ماہ و نجوم و کہکشاں
رشکِ صد آفتاب ہے نقشِ قدم حضورؐ کا

دفترِ کائنات کا اک اک ورق نثار ہو
لوحِ وفا پہ دیکھ لے نقش اگر حضورؐ کا

موجِ نسیم ہو اگر کوئے حبیبؐ سے گذر
کہنا نیاز سے سلام خاطرِ ناصبور کا

اس کا کمال دیکھئے جس کے طفیل بن گیا
خاکِ حجاز کا ہر اک ذرّہ حریف طور کا

مجھ کو بلائیں گے اگر روضۂ پاک پہ حضورؐ
آؤں گا سر کے بل چلا گرچہ سفر ہے دور کا

شاہِ زمن کا شہر ہے ایک بہشتِ جاوداں
دریا ہے جس میں موجزن نکہت و کیف نور کا

بحث و مذاکرہ

مسئلہ ارتداد اور اسلام

تحریر :- زاہد الراشدی

قائدِ پاکستان جمعیت العلماء اور وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے ۳ر فروری کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں اپنی نشری تقریر اور انٹرویو میں مستقل آئین کے مسودہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ مسودہ آئین میں مسلمانوں کو مرتد ہونے کی اجازت دی گئی ہے حالانکہ اسلام میں کبھی بھی مسلمان کو اسلام چھوڑنے کا حق نہیں اور مرتد کی شرعی سزا قتل ہے۔ اس پر محترم جناب الحاج ممتاز احمد فاروقی نے نوائے وقت ۱۳ر فروری میں مطبوعہ ایک مضمون میں مفتی صاحب کے اس موقف پر اعتراض کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرتد کو قتل کرنے کا سوال نہ تو عقلاً درست ہے اور نہ ہی شرعی طور پر اس کا کوئی واضح ثبوت ہے۔ اس سلسلہ میں چند بنیادی باتیں قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) قرآن کریم میں مرتد کی سزا صراحت کے ساتھ قتل بیان ہوئی ہے چنانچہ پہلے پارہ میں ہی اس بات کا ذکر آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب بچھڑے کی پوجا شروع کر دی تھی اور اللہ رب العزت نے ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو قتل کر دو۔ (پارہ ۱ رکوع ۶) چنانچہ روایات میں تصریح ہے کہ کم و بیش ستر ہزار افراد نے ارتداد کے جرم میں موت کی سزا پائی۔

(۲) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سلسلہ میں وضاحت کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ چند روایات پیش خدمت ہیں۔

(الف) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ ابن جبلؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن میں ان لوگوں کو دین کی تعلیم کے لیے بھیجا ایک روز حضرت معاذؓ اور حضرت موسیٰؓ کے پاس آئے تو ان کے پاس ایک شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا حضرت معاذؓ نے اسے دیکھ کر ابوموسیٰؓ سے کہا کہ حضرت ہم تو لوگوں کو دین سکھانے کے لیے آئے ہیں عذاب دینے کے لیے نہیں۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے جواب دیا کہ یہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا ہے اس پر حضرت معاذؓ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس نے نبی برحق کو مبعوث فرمایا تو میں اسے آگ میں جلائے بغیر نہیں ٹلوں گا۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا ابھی ٹھہرو ہمارا اس کے ذمہ کچھ حساب ہے۔ مگر حضرت معاذؓ نے اصرار کیا کہ میں اسے جلا کر دم لوں گا چنانچہ لکڑیاں منگوائی گئیں اور اس مرتد کو قتل کر کے سپرد آتش کر دیا گیا۔ امام طبرانیؒ نے اس حدیث میں روایت کیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

روایت بخاری شریف صہ ۱۰۲۳ ج ۲ اور اسمعیل ج ۸ صہ ۲۲۹ میں بھی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۶ صہ ۲۶۱

(ب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دین بدل دیا اسے قتل کر دو اور اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۶ صہ ۲۶۱

(ج) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو اور اسے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ سارے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۶ صہ ۲۶۱)

(د) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک دن مسیلمہ کذاب کے پاس ایک قاصد عبداللہ ابن نواحہ اور دوسرا ثمامہ بن اثال تھا ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسیلمہ کذاب کا خط بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور آپ کے ساتھ مجھے شریک ٹھہرایا گیا ہے آپ نے خط پڑھ کر قاصدوں سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انھوں نے کہا جو عقیدہ مسیلمہ کا ہے وہی ہمارا ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر قاصدوں کو قتل کرنا سفارتی آداب کے خلاف نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ روح المعانی ج ۲ صہ ۱۴۱ مستدرک ج ۳ صہ ۵۲ سنن الکبریٰ ج ۷ صہ ۲۰۶

(ر) حضرت عقبہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مرتد ہو گیا اسے قتل کر دو اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ الجامع الصغیر ج ۲ صہ ۳۲

حضرت عبدالرحمٰن بن ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے اس کی گردن مار دو۔ (مجمع الزوائد ج ۶ صہ ۲۶۱)

حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔

(۳) حضرت خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی اپنے ادوار میں مرتد کی سزا قتل کے حکم پر سختی سے عمل کیا۔

(الف) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو چکے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو ختم نبوت کے عقیدہ سے منحرف ہو کر جھوٹے نبیوں کے پیروکار بن چکے تھے اور وہ بھی تھے جو صرف زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کے خلاف از خود اعلانِ جنگ کر دیا۔

حالانکہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس بات پر اصرار کیا کہ کم از کم مانعین زکوٰۃ کے خلاف ابھی سردست جہاد نہ کریں۔ مگر صدیق اکبرؓ نے انکار فرمایا اور کہا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا وہ مرتد ہے اور میں مرتدین کے خلاف ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ ان کا خاتمہ ہو جائے۔

چنانچہ احادیث اور تاریخ کی کم و بیش تمام کتابوں میں موجود ہے کہ صدیق اکبر نے مانعین زکوٰۃ اور ختم نبوت کے منکروں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ جہاد کیا اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بعد میں ہمیں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ درست تھا۔ تاریخ الخلفاء صہ ۵۲

(ب) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ایک قاصد آیا اس نے بیان کیا کہ ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا پھر اس کا کیا ہوا؟ عرض کیا قتل کے سوا چارہ کیا تھا؟

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اسے تین دن تک قید کر کے مہلت کیوں نہ دی۔ شاید وہ اس دوران توبہ کر لیتا پھر فرمایا کہ میں وہاں موجود نہ تھا اور نہ خبر ملنے پہ راضی ہوں یعنی اگر میں وہاں موجود ہوتا اسے قتل کرنے سے پہلے تین دن کی مہلت دیتا اور اس دوران اس کو قید کر دیتا کہ شاید توبہ کر لے۔ فتح الباری ج ۱۲ صہ ۲۹۵ نیل الاوطار ج ۷ صہ ۲۰۰

حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود گورنر کوفہ کا پیغام پہنچا کہ ہم نے کوفہ میں کچھ لوگوں کو پکڑا ہے جو خفیہ طور پر مسیلمہ کذاب کے دین پر عمل کرتے ہیں ان کا کیا کیا جائے۔ امیر المومنین نے جواب دیا کہ توبہ کی مہلت دو۔ اگر توبہ کر لیں۔ تو چھوڑ دو ورنہ قتل کر دو۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتدوں کو توبہ کے لیے کہا تو گروہ کے سردار عبداللہ بن نوحہ کے سوا سب نے توبہ کر لی پھر حضرت ابن مسعودؓ نے ابن نوحہ کو قتل کر کے اس کی لاش کو عبرت کے لیے کھلے بازار میں رکھ دیا اور توبہ کرنے والوں کو جلا وطن کر دیا۔ مستدرک ج ۴ صہ ۵۳ ابوداؤد ج ۱ صہ ۲۴۷ سنن الکبریٰ ج ۸ صہ ۲۰۲ المحلی ج ۱۱ صہ ۲۳۳

حضرت سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا آپ نے اسے تین دن تک مہلت دی اس کے بعد توبہ نہ کرنے پر قتل کر دیا۔ المحلی ج ۱۱ صہ ۲۳

(د) نیز امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زندیقوں کو لایا گیا آپ نے ان کو آگ میں جلوا دیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ تک بات پہنچی

انھوں نے فرمایا کہ میں انھیں نہیں جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے عذاب کے ساتھ لوگوں کو عذاب نہ دو بلکہ میں انھیں قتل کر دیتا کیونکہ آپؐ نے فرمایا جو شخص دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۲۳

نمبر ۲۔ ابو عمرو الشیبانی روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو عجل کا ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد عیسائی ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو طلب کر لیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا میں کہتا ہوں حضرت عیسےٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر کے آگ میں جلا دیا۔ المحلی لابن حزم ج ۸ صفحہ ۲۲۹۔

(۳) حضرت علیؓ کے پاس ایک بوڑھا لایا گیا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا آپؓ نے اسے کہا کہ توبہ کرے تو وہ انکار کر گیا پھر آپ نے اس کی گردن اڑا دی۔ المحلی ج ۸ صفحہ ۲۳۔

(۴) امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ارشاد فرمایا کہ مرتد کو تین دن تک توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس نے توبہ نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائیگا نصب الرایہ ج ۳ صفحہ ۴۶۱

(۵) قرآن کریم، احادیث نبوی اور خلفاء راشدین کے ارشادات اور فیصلوں کے بعد آئمہ اربعہ کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

امام مناویؒ فرماتے ہیں کہ چاروں آئمہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور حضرت امام حنبلؒ اس بات پر متفق ہیں کہ مرتد کی سزا قتل ہے امام ابو حنیفہؒ صرف عورت کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک توبہ نہ کرے یا اس کی موت نہ ہو جائے۔ (السراج المنیر ج ۳ صفحہ ۳۴۲، نصب الرایہ ج ۳ صفحہ ۴۶۲

یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد ہم فاروقی صاحب کے ان اشکالات کا دفعیہ بھی ضروری سمجھتے ہیں جو انھوں نے اپنے مضمون میں اٹھائے ہیں۔ محترم فاروقی صاحب نے اس سلسلہ میں قرآن پاک کی ان آیات کا حوالہ دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دین میں جبر نہیں مگر فاروقی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اسلام قبول کرنے کے لیے کسی پر جبر نہیں مگر اسلام قبول کر لینے کے بعد اس سے انحراف اس آیت کے ضمن میں نہیں آتا۔

چنانچہ علامہ ابن حزمؒ المتوفی ۴۵۶ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس امر پر استدلال کرنا درست نہیں کہ مرتد پر جبر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت اس معنی پر محمول نہیں بلکہ مرتد کو توبہ کیلئے اکراہ ضروری ہے۔ (المحلی ج ۸ صفحہ ۲۳۵

دوسرا اشکال فاروقی صاحب کا یہ ہے کہ احادیث میں صرف ایک حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے جو سن شعور کو اس وقت پہنچے جب کہ مسلمانوں کی کفار سے لڑائیاں شروع ہو چکی تھیں اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے مراد وہی لوگ ہیں کہ جو اسلام کو چھوڑ کر ساتھ ہی مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے جا ملتے ہیں چنانچہ اس قید کی تحدید اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے عورتوں کو اس ظلم سے مستثنیٰ کیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ عورتیں جنگ میں حصہ نہ لیتی تھیں۔

اس اشکال کے تین پہلو ہیں۔

(۱) اس باب میں صرف ایک حدیث ہے۔

(۲) یہ حکم ان مرتدوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں کے مقابلہ میں کفاروں سے جا ملے۔

(۳) حضرت ابو حنیفہؒ نے بھی اس وجہ سے قتل کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے پہلی بات تو قارئین کے سامنے آ چکی ہوگی کہ صرف ایک حدیث نہیں متعدد احادیث ہیں۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ مرتدوں کو قتل کرو۔ وقت کی قلت کے باوجود ہم جن احادیث کو ذکر کر سکتے ہیں وہ تعداد میں چھ ہیں۔ جب کہ خلفاء راشدین کے فیصلے الگ ہیں۔

دوسرا پہلو بھی بے بنیاد ہے کیونکہ خلفائے راشدین کے سامنے جو مرتد لائے گئے وہ مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائے نہیں ہوئے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے حکم سے کوفہ میں مسیلمہ کذاب کے جس گروہ کے سرغنہ کو قتل کیا گیا وہ تو ارتداد ظاہر بھی نہ کرتے تھے بلکہ چھپ کر اپنے مذہب پر عمل پیرا تھے مگر پھر بھی مرتد کی سزا قتل کے فیصلہ سے نہ بچ سکے۔

تیسری بات بھی بے بنیاد ہے کیونکہ امام اعظم رحؒ نے عورتوں کو قتل کے حکم سے مستثنیٰ اس لیے نہیں کیا کہ وہ جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔ ہدایہ ج ۱ صفحہ ۵۸، نصب الرایہ ج ۳ صفحہ ۴۶۱

ایک اشکال یہ بھی فاروقی صاحب نے اٹھایا ہے کہ ایک مہذب ملک میں اس قسم کی سزا کا کوئی عقلی جواز نظر نہیں آتا۔ اس کا سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ دین اسلام کے فیصلوں کا معیار انسانی عقل نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے اور حدیث رسولؐ کے مقابلے میں کسی انسان کی عقل کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور نہ ہی کسی مسلمان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنی ناقص عقل پر پرکھتا پھرے پھر بھی فاروقی صاحب کی تشفی کے لیے عرض ہے۔

کہ محترم! اسلام صرف چند عبادات پر مشتمل ایک رسمی مذہب نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ایک مکمل نظام اور دستور ہے دنیا میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں جس میں آئین اور دستور سے بغاوت کی سزا مقرر نہ کی گئی ہو۔ جو عموماً موت ہوتی ہے۔

روس اور چین میں کمیونزم سے انحراف کی سزا موت ہے اور امریکہ میں کمیونزم کا نام لینا جرم ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا آئین اسلام ہے۔ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ قانون کا ماخذ قرآن اور سنت ہے تو اس ملک کے دستور سے بغاوت وارتداد کو روکنے کے لیے قانون کیوں نہیں بننا چاہیئے اور یہ دنیا کے کونسے معیار عقل کے خلاف ہے۔ اس لیے محترم فاروقی صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے آخر میں گزارش کروں گا کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور کریں۔ اور ملک میں مکمل اسلامی دستور کے نفاذ و ارتداد اور الحاد کے انسداد کے لیے اگر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی جدوجہد میں شرکت ان کے بس کی بات نہیں ہے تو کم از کم ان کی راہ میں روڑے اٹکا کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کریں۔

مراسلہ

گرانی

دورِ غلامی سے • دورِ آزادی تک

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ خدام الدین لاہور

سلام مسنون! ملک میں موجودہ ہوشربا گرانی کو مدِنظر رکھتے ہوئے چند تلخ حقائق کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانے کی معذرت چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ غلامی کے منحوس دور اور آزادی کے مبارک زمانہ کے روزمرہ ضروری اخراجات کا موازنہ اور عوامی احساسات کی ترجمانی اپنے موقر جریدہ کی زبانی قارئین تک پہنچا کر مشکور فرمائیں گے غلامی کے تاریک دور اور آزادی کے درخشندہ عوامی دور میں ضروری اخراجات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

	دورِ غلامی	دورِ آزادی
مرغی کا انڈہ	دو پیسے	چھ آنے
مرغی	چھ آنے	آٹھ روپے
گندم	دو روپے من	تیس روپے من
چینی	پانچ آنے سیر	پانچ روپے سیر
بکرے کا گوشت	"	چھ روپے سیر
گائے	پندرہ روپے	آٹھ سو روپے
بھینس	ساٹھ روپے	سولہ سو روپے
لٹھا کورا	ڈیڑھ آنہ گز	دو روپے گز
لٹھا سفید	چھ آنے گز	چھ روپے گز
رہائشی مکان	تین سو روپیہ	ساڑھے چار ہزار
پختہ اینٹ	پانچ روپے ہزار	اسی روپے ہزار
سونا	چوبیس روپے تولہ	[illegible] روپے تولہ
چاندی	چھ آنے تولہ	آٹھ روپے تولہ
معمولی جوتا	آٹھ آنے	دس روپے

علیٰ ہذا القیاس۔ معلوم ہوا کہ ایک روپیہ کی قیمت گھٹ کر صرف ایک آنہ ہو گئی ہے یا ایک روپیہ کی قیمت بڑھ کر سولہ روپے ہو گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر نقصان دونوں حالتوں میں خربوزے کا ہی ہے۔ عوام کی حالتِ زار پر گرانی کا ہیبت ناک بھوت مسکرا رہا ہے۔

حررہ: فقیر عبد الواحد بیگ مرحوم، ملتان

قسط (۴)

چشمۂ ہدایت

سید حفیظ احمد
ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

حصولِ ہدایت

پاک طینت لوگ	سیرت و عمل	جزا و صلہ	حوالہ (آیت رکوع پارہ)
سچے گواہ	قیامِ انصاف کے لیے سچی شہادت خواہ اپنے ہی خلاف پڑے	..	۱۳۵-۱۷-۵
تائب	منافقت چھوڑ کر توبہ و اصلاح، اللہ سے رجوع اور دین میں اخلاص	مومنوں کا ساتھ، اللہ کی رفاقت اور اجرِ عظیم	۱۴۶/۱۴۷-۱۸-،،
..	ظاہر و باطن بھلائی۔ بُروں سے درگزر	اللہ کی قدردانی	۱۴۹-۱-۶
مومن	اللہ اور اس کے رسولوں پر بلاتفریق ایمان	عنقریب اجرِ عظیم	۱۵۲-،،-،،
ایمان دار اہلِ کتاب	پیغمبرِ اسلامؐ پر اور ماقبل پر مضبوط ایمان، اللہ اور آخری دن پر پختہ ایمان اور پابندی سے نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی۔	اجرِ عظیم کا حق	۱۶۲-۲-،،
صالح اور پکے مومن	پختہ ایمان اور اعمالِ صالح	پورا پورا اجر بلکہ قدر سے زیادہ بھی رحمت و فضلِ خداوندی میں داخلہ اور راہِ ہدایت کی رہنمائی	۱۷۵-۴-،،
ایمان والے	نیکی اور تقویٰ میں تعاون۔ گناہ اور زیادتی میں عدم تعاون اور خوفِ خدا	.. —	۲-۵-۶
،،	اللہ کے لیے انصاف کے ساتھ گواہی دینا جذباتی بن کر مشتعل نہ ہونا۔ انتقام میں زیادتی سے باز رہنا اور خوفِ خدا	عمل قریب تر تقویٰ اور اجرِ عظیم	۸/۱۱-۲-،،
—	قیامِ نماز، زکوٰۃ اور اللہ کی راہ میں خرچ۔	بدیاں دور، جنت میں داخلہ، اللہ کی رضا	۱۲/۱۳-۷-،،
نڈر یہودی مومن	موسیٰؑ کی دعوتِ جنگ پر لبیک، خوفِ الٰہی اور اسی پر بھروسہ، اپنے مشن کی سچائی پر کامل یقین۔	(اللہ کا خاص انعام)	۲۳-۸-،،
ہابیل	بھائی کے ہاتھوں قتل ہو جانا گوارا لیکن اس پر ہاتھ اٹھانا نامنظور	—	۲۷/۲۹-۹-،،
—	قصور ہو جانے کے بعد توبہ و اصلاح	عفوِ الٰہی	۳۹-۱۰-،،
انصاف پسند	انصاف کے ساتھ بے دھڑک فیصلہ	اللہ کی دوستی	۴۲-،،-،،
فرمانبردار صوفیاء اور علماء	کتاب اللہ کی نگہبانی۔ اس کے موافق حکم دینا۔ تقاضائے انصاف کی تکمیل	—	۴۴-۱۱-،،
محبوب و محبِّ خدا	مومنوں پر نرم۔ کافروں پر بھاری۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ ملامت و الزام سے بے خوفی۔	اللہ کا فضل	۵۴/۵۶-،،-،،
اللہ والے مومنین جو کوئی بھی۔	قیامِ نماز و زکوٰۃ۔ خوئے تسلیم و رضا۔ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان اور عملِ صالح۔	اللہ کی دوستی، دشمنوں پر غلبہ، نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔	۵۶-،،-،،، ۶۹-۱۴-،،

انجامِ ضلالت

بدطینت طائفہ	سیاہ کاریاں	کیفرِ کردار	حوالہ (آیت رکوع پارہ)
منافق و مرتد	ایمان کے بدلے کفر کی خریداری	بڑا دردناک عذاب	۱۷۶/۱۷۷-۹-۴
بخیل	اللہ کی دی ہوئی دولت کے خرچ میں بخل	یہی قیامت کے دن گلے کا طوق	۱۸۰-،،-،،
ڈھیٹ یہودی	خود کو غنی اور اللہ کو فقیر کہنا اور قتلِ انبیاء کا ارتکاب	جلا دینے والا عذابِ آتش	۱۸۱-،،-،،
بدکردار یہود	تعلیماتِ تورات پر فخر مگر عمل برعکس۔ چند ٹکوں کے عوض ضمیر فروشی۔ ستم ظریفی یہ کہ اس پر تعریف کی خواہش	المناک سزا	۱۸۸-،،-،،
حرام خور	پاک و ناپاک کو گڈمڈ۔ یتیم کا مال ہڑپ	گناہِ عظیم کا ٹھپہ۔ پیٹوں میں آگ۔	پورا رکوع-۱۲-۴
نافرمان	اللہ و رسولؐ کی نافرمانی، حدود اللہ سے تجاوز۔	توہین آمیز سزا اور جہنم کی دائمی سزا	۱۴-۱۳-۴
زانی مرد عورت	زنا کا ارتکاب	زانیہ کی گھر میں بندش یا موت۔ زانی کو اذیت حتیٰ کہ توبہ کرے	۱۵/۱۶-،،-،،
ناحق وارث	(بیوہ) عورتوں اور یتیموں کا زبردستی وارث بننا۔	—	۱۹-،،-،،
—	عورت کو دیا ہوا مال چھیننا، شوہردار عورتوں کو بیوی بنانا۔ نکاح کو اخلاقی ضابطہ کی بجائے دادِ عیش دینا	ناحق بات اور صریح گناہ	۲۰/۲۱-۱۴-،،
زانی	شادی شدہ ہونے کے باوصف ارتکابِ زنا	عذاب عذاب	۲۴/۲۵-۱-۵
باطل خور	ایک دوسرے کا مال ناحق کھانا، باہمی خونریزی	جہنم رسید	۲۹-۲-،،
شیخی خور بخیل	شیخی مارنا، اترانا، بخل کرنا اور بخل سکھانا اور اللہ کے دین کو چھپانا	کفر کے مترادف، رسواکن عذاب	۳۷-۳-،،
بدخو عورت	شوہر کی نافرمانی	گھر میں پٹائی اور خوابگاہ سے علیحدگی	۳۴-۳-،،
ریاکار	دکھاوے کے لیے مال خرچ کرنا	شیطان کی رفاقت	۳۸-،،-،،
یہودی	خود گمراہ۔ مسلموں کو گمراہ کرنے کی کوشش۔ تورات میں تحریف، چرب زبانی، اللہ پہ تہمتیں۔ پاکبازی کا غرہ۔	اللہ کی لعنت، بندر بنائے جانے کے قابل، نجات ناممکن	۴۴/۴۸-۷-،،
،،	مسلمانوں کی بجائے مشرکوں کو ہدایت یافتہ کہنا۔ آپؐ کی بعثت پر حسد۔ شیطان پرستی	اللہ کی لعنت	۵۱/۵۲-۵-،،
کافر	اللہ کی آیتوں کا انکار۔ اسلام سے نفرت۔ مسلمانوں سے حسد	دوزخ میں ایک کھال جل جائیگی تو دوسری بدل دی جائیگی	۵۴-،،-،،
ڈھلمل یقین	پیغمبرِ اسلامؐ پر ایمان لانے کے باوجود منافقوں سے سازباز۔ شیطان سے روکنے کے باوجود اس سے رغبت۔ آپؐ سے رجوع کرنے میں تذبذب۔ بھلائی اور ملاپ کے قسمیہ مگر جھوٹے دعوے۔	ایک بڑی مصیبت کا مستوجب تاہم چشم پوشی، نصیحت اور موثر گفتگو سے راہ پر آنے کی توقع۔	۶۰/۶۱-۹-،،

اعتدال اور میانہ روی

تحریر: علامہ یوسف جبریل

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے بچا۔"

قرآن حکیم کا یہ کمال ہے کہ ایک ایک آیت میں ایک مکمل مضمون کا بیان ہو جاتا ہے۔ جس آیت کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے اس میں بھی ایک بہت بڑے اور اہم مسئلے کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ایک بہت بڑی حقیقت سمجھا دی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ اس دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھلائی مانگ کر آگ سے پناہ مانگی گئی ہے۔ گویا کہ صرف دنیا کی بھلائی مانگنا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آخرت کے خیال میں دنیا کو بھلا دینا بھی اپنے آپ آگ میں ڈالنا ہے۔ گویا کہ مسلمان کو بتایا گیا ہے کہ نہ تو صرف دنیا ہی کی طرف جھک جاؤ نہ ہی بالکل اس دنیا کو بھلا بیٹھو اور اگر ایسا کرو گے تو یقیناً آگ میں ڈال دیے جاؤ گے۔

اب یہ تو واضح ہے کہ دنیا کے چکر میں پڑ کر آخرت کو بھلا دینا ایک یقینی آگ کو دعوت دینا ہے۔ جب آخرت کا خیال نہ رہے گا تو خدا کا خوف دل سے جاتا رہے گا۔ جب خدا کا خوف نہ رہے گا تو انسان گناہ پر دلیر ہو جائے گا۔ جب گناہ پر دلیر ہو جائیگا تو وہ ظلم کا راستہ اختیار کرے گا اور دوسروں کے نقصان پر تل جائے گا اور اسی طرح سارے ہی لوگ ایک دوسرے کے نقصان پر تل جائیں تو وہ ایک دوسرے کو آگ میں ڈال دیں گے، کسی کو سکون نصیب نہ ہو گا، کسی کو چین نہ آئیگا ہر طرف دشمنی ہی دشمنی ہو گی۔ ہر طرف خوف و ہراس کا دور دورہ ہو گا۔ گویا کہ ہر شخص آگ میں جل رہا ہو گا۔ یہ تو آگ ہے اس دنیا میں۔ مگر اس سے بھی زیادہ وہ آگ ہے جو آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے موجود ہے اور یہ زندگی تو آخر عارضی ہے۔ طوعاً و کرہاً۔ جوں توں کر کے کٹ جائے گی مگر آخرت کی منزل تو لمبی ہے۔ لا انتہا ہے، لا محدود ہے۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے والی ہے۔ وہاں تو موت بھی نہ آئے گی۔ لوگ چاہیں گے کہ مر جائیں مگر مر نہ سکیں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ آخرت کے خیال میں دنیا کو یکسر بھلا دینے سے آدمی آگ میں کس طرح پڑتا ہے تو جاننا چاہیے کہ انسان کی زندگی کا منتہائے مقصود تو آخرت ہی ہے۔ سب کچھ آخرت کے لیے ہی کرنا چاہیے۔ آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی رشتہ ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی کی۔ ہم جو کچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو کچھ یہاں بویا جائے گا وہی کچھ آخرت میں کاٹا جائے گا۔ اس کے بعد یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی نہ تو فرشتہ ہے کہ اسے کوئی حاجت ہی نہیں، نہ ہی شیطان ہے کہ بس بدی ہی سوچتا رہے۔ بلکہ آدمی کو دنیاوی ضروریات بھی چاہئیں اور اگر اس کی دنیاوی ضروریات پوری نہ ہوں تو اس کی حرص کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور اگر پھر بھی اس کی ضروریات پوری نہ ہوں تو اپنے آپ کو اتنا مجبور پاتا ہے اور اتنا مایوس ہو جاتا ہے کہ وہ آخرت کو بھی بھول جاتا ہے اور اپنا ایمان، ضمیر غرضیکہ ہر چیز دنیا کے لیے بیچ دیتا ہے۔ تو پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نہ گھر کا رہے نہ گھاٹ کا۔ یہ دنیا تو ویسے نہ ملی، آخرت سے بھی گئے۔

تو معلوم ہوا کہ آدمی کو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی ضرورت ہے۔ آخرت کی بھلائی اس لیے زیادہ ضروری ہے کہ آخرت ابدی ہے اور یہ کہ جو شخص آخرت کی بھلائی کو خیال سے نکال دیتا ہے اس کی دنیا کی بھلائی بھی بعید ہو جاتی ہے اور دنیا کی بھلائی کی ضرورت اس لیے ہے کہ دنیا ہی آخرت کی کھیتی ہے۔

دینِ اسلام نے ہر بات میں اسی مسئلے کو پیش نظر رکھا ہے اور اپنی ساری تعلیم کی بنیاد اسی حقیقت پر رکھی ہے۔ جس وقت پہلے قرآن حکیم نازل ہوا اور اسلام کی ابتداء ہوئی تو مسلمان بے چون و چرا اسلام کے ہر حکم کو مان لیتے تھے۔ وہ یہ نہ کہتے تھے کہ فلاں حکم میں فلاں فلاں فائدے ہیں۔ اس لیے مانا جائے۔ بلکہ اکثر وہ ہر حکم پر بے حیل و حجت سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ لوگوں کے علم نے ترقی کی اور فلسفے کو مزاجوں میں دخل ہو گیا۔ تو لوگوں نے اسلام کے ہر حکم کو فلسفے کے معیار پر پرکھا۔ آج ہمارا دور سائنس کا ہے۔ آؤ دیکھیں کہ اسلام کا یہ اصول سائنس کے ترازو پر کیسے اترتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس ساری کائنات کی تخلیق دو متقابل دو مخالف کیفیتوں پر کی گئی ہے۔ قرآن نے لفظ ظلمات یعنی اندھیرا اور نور یعنی روشنی کا استعمال کیا ہے۔ یہ ایک بنیادی بات ہے۔ مگر دنیا کی ہر چیز کے مقابل میں اس کی مخالف چیز کھڑی ہے۔ اندھیرے کے مقابلے میں روشنی، سردی کے مقابلے میں گرمی، نیکی کے مقابلے میں بدی، بلندی کے مقابلے میں پستی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یہ تو تھیں مخالفت کی مثالیں اس کے بعد ہم جب اس دنیا کی بنیادی تخلیق پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مزید معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایک نہیں بلکہ دو دو کا جوڑا ہے۔ ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی ہی ایک ایسی ہستی ہے جو واحد ہے، جو ایک ہے اور جس کے ساتھ کوئی دوسرا مقابل کا جوڑا نہیں باقی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ ہر بڑی سے بڑی چیز سے لے کر ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز دو حصوں سے بنی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ "ایٹم" جو دنیا کی سب سے چھوٹی چیز ہے، اتنی چھوٹی کہ سوائے خوردبین کے نظر بھی نہیں آتی بھی دو چیزوں سے بنا ہوا ہے۔ ایک ان میں سے "الیکٹران" کہلاتا ہے اور دوسرے کو "پروٹن" کہتے ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا۔ تو ہم اپنے اوپر نگاہ دوڑاتے ہیں اور غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم خود بھی دو چیزوں سے بنے ہوتے ہیں۔ حیران ہونے کی بات نہیں۔ ہر شخص کا ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح۔ میرا بھی، آپ کا بھی، غرضیکہ ہر کسی کا۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جسم ہم سے ضروریات مانگتا ہے اسے بھوک لگتی ہے تو روٹی مانگتا ہے، پیاسا ہو تو پانی مانگتا ہے۔ اسے سردی لگتی ہے تو کوٹ کی طلب کرتا ہے۔ گرمی لگتی ہے تو کہتا ہے کہ کوٹ اتار دو۔ ٹھنڈے پانی میں نہاؤ۔ سائے میں بیٹھو۔ یہ کبھی کبھی بیمار ہو جاتا ہے۔ اپنا کام چھوڑ دیتا ہے، بیزار ہو جاتا ہے بلکہ بے قرار ہو جاتا ہے تو ہم اسے ڈاکٹر، حکیم یا وید کے پاس لے جاتے ہیں۔ وہ اس علم کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اس کو جانچتا ہے، ٹونٹیاں لگاتا ہے، نبض ٹٹولتا ہے، زبان دیکھتا ہے۔ پوچھتا ہے کہ درد کہاں؟ قبض تو نہیں ہوتی؟ بھوک لگتی ہے؟ روٹی ہضم ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ پریشان کر دیتا ہے۔ پھر وہ دوا تجویز کرتا ہے۔ یہ دوا بعض اوقات بڑی کڑوی ہوتی ہے اور پھر بھی پیتا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارا جسم پھر ایک بار تندرست ہو کر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری روح کی بھی ضروریات ہیں۔ روح ایمان کی روشنی، علم کی غذا۔ تزکیے کی دوا مانگتی ہے۔ اگر ہم اس کو غذا نہ دیں یا اس کی بیماری کا علاج نہ کریں تو یہ کمزور ہو جاتی ہے، بیمار پڑ جاتی ہے اور آخرکار مر جاتی ہے۔ اس کا مرنا بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ یا تو یہ بدن کے مرنے سے مر جاتی ہے یا جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مر جاتے ہیں اور ان کو قبرستان میں دفن کر دیا جاتا ہے اور یا یہ کہ بدن تو زندہ رہتا ہے مگر روح مردہ ہو جاتی ہے۔ آدمی کھاتا ہے، پیتا ہے، چلتا ہے۔ مگر اس کی روح

کسی چیز کی اچھائی برائی کا محسوس نہیں کرتی۔

جب ہمیں قرآنی تعلیم کی اس دانشمندی کا علم ہو جاتا ہے تو ہم سوچتے ہیں اور ہم دوسرے مذہبوں کو دیکھیں۔ ان کا اس معاملے میں کیا خیال ہے مگر جب ہم دوسرے مذہبوں کی الہامی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مایوسی ہوتی ہے۔ ان کتابوں میں یہ بات اس دانشمندی کے ساتھ نہیں ملتی۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہ مذہب صرف مذہب کے ٹکڑے ہیں۔ وہ مذہب کی لائن کی الگ الگ کڑیاں ہیں۔ الگ الگ پرزے ہیں۔ جس طرح ہم ایک مشین بناتے ہیں تو پہلے پرزے بناتے ہیں۔ وہ پرزے الگ الگ ہوتے ہیں۔ پھر ہم ان پرزوں کو جوڑ کر مشین کو مکمل کر دیتے ہیں اور وہ چالو ہو جاتی ہے۔ اور جس کام کے لیے بنائی جاتی ہے اس کام کو کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی طرح وہ سارے مذہب پرزے تھے۔ آخر کار جب پوری مشین کے پرزے بن چکے تو ان کی ایک مکمل متوازن مشین بن گئی۔ وہ مشین اسلام ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کرنا چاہیے کہ سارے سچے مذہب اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سارے نبی علیہم السلام سچے ہیں، برحق ہیں۔ اور اللہ نے ہی بھیجے۔ انہوں نے اللہ کا ہی پیغام بندوں تک پہنچایا مگر ان کے مذہب مکمل نہ تھے۔ مکمل مذہب صرف اور صرف اسلام ہے۔

اب ہم مثال کے طور پر عیسائیت کو لیتے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترا ہوا مذہب ہے۔ مگر اس مذہب میں سارا زور روحانیت پر ہے۔ کیونکہ یہ مذہب یہودیوں کی مادہ پرستی کا توڑ بنا کر بھیجا گیا تاکہ یہودیوں کی مادہ پرستی کے ساتھ روحانیت کا بھی عمل درآمد ہو جائے۔ عیسائیت نے روحانیت پر اتنا زور دیا ہے کہ رہبانیت کا رواج پا گیا۔ رہبانیت کے معنے ہیں دنیا کو ترک کر دینا اور جنگلوں اور غاروں میں چلے جانا اور وہاں خدا کو ڈھونڈنا، اس کی عبادت میں مصروف رہنا۔ یہ بات ویسے تو بڑی اچھی ہے مگر یہ ہر انسان کے لیے ممکن نہیں۔ صرف چند آدمی تو اس بات کو کر سکتے ہیں۔ مگر اکثریت ایسا نہیں کر سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار عیسائی لوگوں کی ایک اکثریت اپنے مذہب سے باغی ہو گئی۔ کیونکہ وہ اس مذہب سے تنگ آ گئے تھے اور انہوں نے روحانیت کی بجائے مادہ پرستی کا مذہب اختیار کر لیا۔ اور روحانیت کو قطعاً ترک کر دیا۔ گویا کہ یہ انتہا پسند لوگ ہیں۔ اگر روحانیت کے قائل رہے تو مادی ضروریات کو بھی برا سمجھا اور جب روحانیت کو ترک کیا تو روحانیت کے نام تک سے بیزار ہو گئے۔

لیکن ان لوگوں نے دنیاوی علم میں بہت ترقی کی۔ اور سائنس کے ذریعے قدرت کی قوتوں کو مسخر کر کے سارے جہان پر چھا گئے۔ جیسا کہ ہم آج کل دیکھتے ہیں۔ دنیا کے مادی وسائل میں بہت ترقی ہو گئی۔ انسان کے لیے سہولتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ لیکن قدرت کے قانون کوئی اٹکل پچو نہیں ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ انسان کو مادی اور روحانی دونوں قسم کی ضروریات چاہئیں اور یہ درست ہے تو پھر روحانیت کے فقدان کا کچھ اثر ہونا چاہیے، اس کوتاہی کی کچھ سزا ملنی چاہیے۔ سو یہ درست ہے کہ قدرت اس خالصتاً مادہ پرستی، روحانی اور اخلاقی اقدار سے پہلو تہی کے سبب انسان کو سزا دے رہی ہے۔ ایک خاص قسم کا عذاب اس نے انسانیت پر مسلط کر دیا ہے۔ اس نے انسان کے دل سے اطمینان معصوم خوشی اور امید کی چمک چھین لی ہے۔ کیونکہ ہمدردی کے جذبات ختم ہو گئے ہیں۔ خود غرضی کا دور دورہ ہے۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے سچائی ختم ہو گئی ہے۔ جتنا کسی کا داؤ لگتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، بلیک مارکٹنگ کرتا ہے، بنک بیلنس بڑھاتا ہے اور غرباء کے بلکتے ہوئے بچوں کا ان کو خیال تک نہیں آتا۔ بیواؤں اور یتیموں کا کوئی والی نہیں، بھائی بھائی پر رحم نہیں کرتا، کسی کو کسی پر اعتبار نہیں، کسی کو کسی پر اعتماد نہیں، استاد اور شاگرد کے تعلقات کشیدہ ہیں، والدین آبدیدہ ہیں، بچوں میں شرارت کا عنصر ترقی پذیر ہیں، بزرگوں کا احترام دن بدن روبہ زوال ہے، بزرگوں کی شفقت باقی نہیں رہی، چھوٹوں میں احترام ناپید ہے، ہر طرف ہر ملک میں ہڑتالیں ہیں، مظاہرے ہیں، شکایات ہیں، ظلم جتنا بڑھ رہا ہے، عدل و انصاف گھاٹے میں ہے، خدا کی جگہ دولت کی دیوی نے لے لی ہے۔ ہر طرف لکشمی دیوی کی پوجا میں پجاری ہمہ تن مصروف ہیں اور حالات دن بدن روبہ زوال ہیں، خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا علاج کیا ہے؟

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسان نے جسم کی پرورش تو اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ مگر روح کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ اس فراموشی کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب جو اس وقت مادی دنیا میں رہنمائی کر رہے ہیں۔ ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ اور اس مذہب میں مادی ضروریات کو اتنا قابلِ نفرین قرار دیا گیا تھا کہ لوگ اپنی ضمیر کو پامال کیے بغیر دنیاوی کاروبار میں دلچسپی نہ لے سکتے تھے۔ یہ بندش آخر کار اس طرح ٹوٹ گئی۔ جس طرح دریا کا ایک بند ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے پادریوں کا لاانتہا ظلم و ستم جو وہ عیسائیت کے پیروؤں پر روا رکھتے تھے۔

یہ ظلم سہتے سہتے آخر کار لوگ اتنے تنگ آ گئے کہ سوائے بغاوت کے کوئی چارہ نہ رہا اور انہیں اس طرح صرف عیسائیت سے ہی نہیں بلکہ بالعموم مذہب، روحانیت، اخلاق غرضیکہ ہر اس چیز سے نفرت ہو گئی جس کا کسی نہ کسی طرح سے تعلق مذہب کے ساتھ تھا۔

ان کی اس بغاوت میں جہاں دوسرے عوامل برسرِ کار تھے وہاں اسلام کی مثال بھی تھی۔ ان لوگوں نے اسلام کی مثال کو دیکھا جس میں نہ تو رہبانیت تھی، نہ پادریوں کا وجود۔ اعلیٰ لباس۔ اعلیٰ دسترخوان۔ بے نظیر گھوڑے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس کہ وہ اسلام کی صحیح شکل کو نہ دیکھ سکے۔ وہ اسلام کی صحیح روح کو نہ پا سکے۔ انہوں نے محض ظاہری شان و شوکت اور جاہ و جلال کو دیکھ کر ایک غلط اندازہ قائم کر لیا۔ اسلام کی اصلی فلاسفی کو سمجھنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ کیونکہ اسلام پر ان کا ایمان نہ تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اسلام نے کس طرح مادی ضروریات کو روحانیت میں سمو دیا تھا اور کس طرح مادی چیزوں کے استعمال کو پاکیزہ کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں میں مادی چیزوں کا استعمال تو دیکھ سکتے تھے مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ اسلام مادی ضروریات کا استعمال صرف اس شرط کے ساتھ جائز کرتا ہے کہ وہ چیزیں استعمال کر کے مسلمان دین کی خدمت بجا لائے۔ مثلاً روٹی اس لیے کھاتا ہے کہ زندگی حاصل کر کے اللہ کے دین کی خدمت کرے اور بدی کے خلاف جہاد کرے اور یہ کہ مسلمان کی زندگی، موت، عبادت غرضیکہ ہر چیز اللہ کے لیے ہے۔ اس طرح سارا مادی فیضان روحانیت کے تابع ہو کر پاکیزہ ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ گو انہوں نے مذہب کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ مگر تاہم اُن کے دل کے ایک کونے میں ہنوز عیسائیت کی محبت کا کچھ شائبہ باقی تھا۔ تیسرے یہ کہ پادریوں نے ان کے سامنے اسلام کی اتنی مسخ اور اتنی مکروہ۔ بعض دفعہ اتنی مضحکہ خیز حد تک مکروہ صورت پیش کی تھی کہ انہیں ہمیشہ اسلام کے نام سے خوف آتا رہا اور وہ ہمیشہ اسلام سے نفرت کا اظہار کرتے رہے۔ مثلاً اُن کو بتایا جاتا کہ مسلمان آدمیوں کو کھاتے ہیں۔ اسلام میں شادیوں کی کوئی حد نہیں اور عورتوں کو جانور سمجھا جاتا ہے، ایسا جانور جس کی کوئی روح ہی نہیں۔ اور یہ کہ مسلمان بڑے سفاک ہیں۔ اب تک بھی یورپ کے لوگ ترک کا لفظ استعارۃً سفاک آدمی کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں۔ مجھے یہ پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ فرانسس بیکن جیسا فلاسفر اسلام کو تو غیر منطقی اور جابر مذہب کہتا ہے۔ اور عیسائیت کو اس کے مقابلے میں ایک منطقی مذہب قرار دیتا ہے۔ یہ فلاسفر سترھویں صدی

عیسوی میں ہوا ہے اور عصر جدید کے ڈھنڈھورچی کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

تاہم ان لوگوں نے اپنی کم سمجھی اور انتہا پسندی کے طفیل خدا کی مخلوق کو ایٹمی جہنم کے کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ جہنم ہم سے صرف چند بالشت کے فاصلے پر ہے۔ ایک قدم ادھر ہوا اور ساری انسانیت اس آگ کے دہکتے ہوئے دوزخ میں دھڑام سے گری اور اہل مغرب اس قابل نہیں کہ کوئی سلامتی کا رستہ تلاش کر سکیں۔ کیونکہ وہ عیسائی مذہب کے پیرو رہے ہیں اور عیسائیت یک طرفہ مذہب ہے اور اس لیے وہ کوئی متوازن فلسفہ حیات ڈھونڈنے کے فطرتاً اہل نہیں۔ اس کے برعکس اسلام ایک متوازن مذہب ہے۔ اس میں مادہ اور روح، دین اور دنیا، دنیا اور آخرت کا کچھ ایسا حکیمانہ انداز ہے کہ مسلمان کبھی کبھی راہِ اعتدال یعنی صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہیں پاتا۔ اسی لیے مسلمان شروع سے ایک متوازن زندگی گزارنے کی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اسی لیے آج دنیا کے سامنے ایک متوازن زندگی کی مثال پیش کر کے اور دنیا کی راہنمائی کر کے دنیا کو ابدی تباہی سے بچا سکتا ہے لیکن اس کے لیے:-

مسلمان کو:-

۱۔ اسلامی زندگی کے سانچے میں ڈھلنا ہو گا۔

۲۔ اسلامی زندگی کو سمجھنے کے لیے قرآن کا بغور مطالعہ کرنا ہو گا۔

۳۔ اسوۂ حسنۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ کی سیرت و اخلاق کو اپنانا ہو گا۔

اس کے بعد:-

علمی اور عملی میدان میں ترقی یافتہ قوموں کے ہم پلہ ہونا ہو گا۔ جو قوم اتنا شاندار ماضی رکھتی ہو اور ایسی ایسی شخصیتیں پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہو جن کے سامنے اہل مغرب کے مشاہیر محض کھلونے نظر آتے ہیں۔ اُسے اس میدان میں بازی لے جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

بقیہ: مقامِ صحابہؓ

پر اور اپنے ارادہ سے نہیں ہو سکتا اور روضۂ اطہر بنص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ جنت ہے تو اس میں دخول اور ادخال بغیر ارادہ الٰہی کے ناممکن ہے۔

تو ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے روضۂ اطہر میں جو "روضۃ من ریاض الجنۃ" ہے۔ داخل کیا۔ وہو المطلوب۔

تو ہاں مہاجرین سے عموماً اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خصوصاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتباط فی الدنیا والآخرۃ ثابت ہو گیا۔ منافقین پر غلظت ہوتی تھی۔ ارتباط ناممکن تھا۔ تو جن سے ارتباط ثابت ہو گیا وہ تہمت نفاق سے پاک ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کاروائی اجلاس مجلس شوریٰ

منعقدہ ۲۷ ذوالحجہ ۹۲ھ بروز جمعۃ المبارک

مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور (رجسٹرڈ) چنوں موم تحصیل و ضلع سیالکوٹ

۱۔ مجلس انتظامیہ کا انتخاب کیا گیا۔

سرپرست حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب جانشین حضرت انوری صاحبؒ لائلپوری، مہتمم حافظ عبد الرحمٰن صاحب چنوں موم، ناظم اعلیٰ جناب محمد شفیع صاحب منہاس چنوں موم، ناظم حافظ محمد حنیف صاحب چنوں موم، ناظم مالیات حافظ محمد اکرم صاحب چنوں موم، محاسب جناب چراغ الدین صاحب فاروق ایم اے چنوں موم

۲۔ گذشتہ سال کے آمد و خرچ کی پڑتال کی گئی اور اس پر اظہار اطمینان کیا گیا۔ ۳۔ آئندہ سال کے لیے متوقع آمدنی پر مبلغ پندرہ ہزار روپے کے اخراجات کی منظوری دی گئی۔ ۴۔ بعض اخراجات میں کمی کی گئی۔

تعارف و درخواست دعا

مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور (رجسٹرڈ) چنوں موم عرصہ پندرہ سال سے دینی خدمت میں مصروف ہے جس میں چالیس طلباء قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں اور سینکڑوں ناظرہ پڑھ چکے ہیں۔ مدرسہ کی بنیاد مسجد نور میں رکھی گئی اور مسجد کے ملحقہ کمرہ جات میں تعلیم ہوتی ہے، طالبات کے لیے علیحدہ انتظام ہے جگہ کی سخت ضرورت ہے جس میں درجہ کتب، تجوید، قرأت وغیرہ کا انتظام کیا جا سکے سنہ ۶۵ء میں اشتمال کے دوران تین کنال چھ مرلہ اراضی مدرسہ کے لیے رکھی گئی جو آبادی سے دور تھی۔ محمد شفیع ولد حسن دین مرحوم نے اس کو اپنی زمین میں شامل کر کے آبادی کے نزدیک اپنی اعلیٰ زمین میں سے مدرسہ کے لیے دینا منظور کر لیا۔ اس کے خلاف چند آدمیوں نے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب سیالکوٹ، ایڈیشنل کمشنر صاحب اشتمال اراضیات لاہور ڈویژن، ممبر بورڈ آف ریونیو لاہور کی عدالتوں میں اپیلیں دائر کیں اور ناکام رہے فیصلہ جات مدرسہ کے حق میں ہوتے رہے بالآخر محکمہ بندوبست نے ۲۵-۳-۷۱ کو مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور کے نام انتقال منظور کیا انتقال کے خلاف چند آدمیوں نے سیٹلمنٹ افسر ضلع سیالکوٹ کی عدالت میں اپیل دائر کی جو ۱۳-۲-۷۲ کو خارج ہوئی اور مدرسہ کے انتقال کو بحال رکھا گیا۔ مدرسہ کے انتقال کے خلاف سول جج صاحب سیالکوٹ کی عدالت میں دعوےٰ دائر کر کے مدرسہ کی تعمیر کو روکنے کے لیے حکم امتناعی حاصل کرنے کے لیے درخواست دائر کی۔ سول جج صاحب نے دلائل سننے کے بعد ۵-۴-۷۲ کو خارج کر دی اور مدرسہ کو مالک قابض تسلیم کیا۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے مذکورہ اراضی میں پختہ مسجد کا تھڑا، ایک کمرہ کی چار دیواری کو تیار کیا۔ یکم رمضان المبارک ۹۲ھ سے وہاں پر نمازیں اور تعلیم جاری کر دی۔ مدرسہ کا بورڈ نصب کر دیا گیا اور خاردار تار لگا دی گئی۔ عدالتوں میں ناکام ہونے والوں نے عید الفطر کے روز مدرسہ کے پلاٹ پر حملہ کر دیا۔ مدرسہ کی تعمیر کو نقصان پہنچایا گیا۔ مسجد کا تھڑا اکھیڑ دیا گیا۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کی گئی۔ منع کرنے پر اراکین و طلباء کو زخمی کیا۔ مدرسہ کے انتقال کے خلاف ایڈیشنل کمشنر صاحب ریونیو لاہور کی عدالت میں نگرانی دائر کی جو ۴-۴-۷۲ کو خارج ہوئی دوبارہ حکم امتناعی حاصل کرنے کی درخواست سول جج صاحب سیالکوٹ کی عدالت میں دائر کی جو ۲۴-۴-۷۲ کو خارج ہوئی۔ ان طریقوں سے مدرسہ کی تعمیر کو روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ خاص اوقات میں دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام رکاوٹیں دور کر دے۔ آمین۔

حافظ عبد الرحمٰن، مہتمم مدرسہ

(3812)

بقیہ: مجدد الف ثانیؒ

قرآن و حدیث کے تیروں کی بوچھاڑ سے تتر بتر کر دیا، گمراہی کے ستون ان کے آگے سرنگوں ہو گئے اور فتنوں کی صفوں کی صفیں ان کے قشونِ دلائل و جنودِ براہین کے فاتحانہ حملوں سے الٹ گئیں۔

آج پاکستان و ہندوستان میں ایمان و علم دین کی جو متاع ہمارے پاس موجود ہے اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور ان کے جانشینوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس ملک کی اصلاح کے لیے جو جدوجہد کی وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گی۔

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

از حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد :

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس سے کسی صحیح الخیال مسلمان کو انکار کی جرأت قطعاً نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے شاہد، معجزات کے گواہ، قرآن مجید کے ناقل اور تعلیماتِ اسلامیہ کے راوی یہی بزرگوار ہیں۔ اگر ان حضرات کی غالب اکثریت اسلام سے خارج، اسلام کی دشمن، اسلامی تعلیمات کو مٹانے والی اور قرآن مجید کی تحریف کرنے والی قرار دے دی جائے تو اسلام کہاں باقی رہے گا۔ اسلام در کتاب اور مسلمانان در گور کا مقولہ بھی شاید اس صورت میں مشکوک ہو کر رہ جائے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ رب العزت نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اپنی غیر متبدل کتاب قرآن مجید میں ان بزرگواران کے اوصاف کا واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ اس کے پڑھنے کے بعد کوئی حیادار ان بزرگوں کے خلاف لب کشائی کرنے کی جرأت نہ کرے۔ ویسے بصورت دیگر ہرچہ خواہی کن کا مقولہ درست ہی ہے۔ لہٰذا چند کلمات عرض کر رہا ہوں۔ شاید کسی کی سمجھ میں کوئی بات آ جائے۔ اور اس عاجز کے لیے دعا کا موجب بن جائے۔ ویسے مجھ جیسے لکھاڑیوں کی کیا طاقت کہ خواہ مخواہ لوگوں کی سمع خراشی کریں۔

میرا مقصد اور مدعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غالب اکثریت کو سچا دین دار اور اسلام کا سچا خادم ظاہر کرنا ہے۔ یہ مدعا نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کلمہ پڑھنے والوں میں کوئی شخص بھی منافق نہیں تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی کلمہ گو مرتد نہیں ہوا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافق کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور آپ کے تشریف لے جانے کے بعد کلمہ گوؤں کا ارتداد تواتر تاریخی سے ثابت ہے البتہ یہ دعوےٰ ضرور ہے کہ مہاجرین میں خواہ اولین ہوں خواہ آخرین) منافق کوئی نہیں تھا اور اس مطلب پر قرآن مجید شاہد ہے۔ ارشاد ہے :

"تمہارے آس پاس والے گنواروں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے اصلی باشندے"

کیونکہ اہل الدار گھر والے لوگ ہی کہلاتے ہیں مہمان مہمان ہی ہیں۔ گھر والے نہیں۔ تو مہاجرین جو مدینہ والوں کے مہمان تھے۔ اہل مدینہ نہیں کہلا سکتے۔ اہل مدینہ مدینہ کے اصلی باشندے ہی ہوں گے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہاجرین کے ساتھ معاملہ بھی وہی کیا جو مسلمانوں سے کیا جاتا ہے نہ وہ جو منافقین سے کیا جاتا ہے۔ منافقین پر غلظت اور ان سے جہاد کا حکم ہے، نہ ان سے شیر و شکر ہو کر رہنے کا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شیر و شکر ہو کر رہے۔ ان کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ اپنی بیٹیاں ان کو بیاہ دیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑا ارتباط اور کیا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو اپنی بیٹی بیاہ دی جائے یا اس کی بیٹی سے نکاح کیا جائے۔ چنانچہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے آپ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں بیاہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لڑکیوں سے خود نکاح کیا۔

بعد کو اللہ تعالیٰ نے اس ارتباط کا اور ثبوت بہم پہنچایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو لٹا دیا۔ اور یہ معاملہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہوا۔ اور ارادہ سے ہوا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ من ریاض الجنۃ ہے اور جنت میں زور سے کسی کو داخل نہیں کیا جا سکتا ورنہ باقی غیر مستحق بھی جنت میں بزور داخل ہو جائیں گے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روضۂ اطہر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا داخلہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ روضۂ اطہر میں کی کوئی عام جگہ تو ہے نہیں کہ بزور کوئی شخص اس میں داخل ہو جائے۔ مسجد حرام کا تو یہ احترام ہو کہ مشرکین کو اس کے قریب بھی نہ جانے دیا جائے اور جن لوگوں کو یہ حکم ہو کہ مسجد حرام کے قریب بھی مشرکوں کو نہ جانے دینا۔ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ان لوگوں کو دفن کریں جو اس کے مستحق نہ ہوں۔ بے شک یابی اللہ والمؤمنون۔ اللہ تعالیٰ اور مومن نہ غیر مستحق کو روضۂ اطہر میں داخل کریں گے اور نہ داخل ہونے دیں گے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مومن جن کو یہ حکم تھا کہ مسجد حرام کے قریب آنے سے مشرکوں کو روکیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے بعد باقی نہ رہے تھے بلکہ وہ یقیناً موجود تھے تو پھر انہوں نے غیر مستحقین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو بہ پہلو لٹانے سے کیوں نہ روکا ــــــ تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام بالارادہ کیا اور سچے مومنوں نے اللہ تعالیٰ کے ارادے کی تکمیل کی۔ اور یہی میرا مدعا تھا۔ جو اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ مسجد حرام کا قرب دخول جنت کا ذریعہ ہے جیسا کہ نماز دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ دخول جنت نہیں تو کوئی آدمی مصنوعی طور پر ذریعہ جنت تو اختیار کر سکتا ہے لیکن دخول جنت مصنوعی طور

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تاریخ ۳۰-۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۷۳ء

مقام انعقاد
شیرانوالہ باغ لاہور

طلباء کنونشن

(ممتاز رقم)

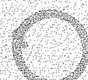
جمعیۃ طلباءِ اسلام (پاکستان) صوبہ پنجاب

کنونشن کی اہم شخصیتیں

۱- مفکر اسلام مولانا مفتی محمود
۲- بطل حریت مولانا غلام غوث ہزاروی
۳- طالب علم رہنما [illegible]

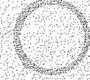
مصر اور لیبیا کے سفیر بھی شرکت کریں گے

جلسہ عام



تاریخ —— یکم اپریل
مقام —— موچی دروازہ
وقت —— بعد نماز عشاء
تقریر —— مفکر اسلام مولانا مفتی محمود

جلوس



جمعیت کی چار سالہ سعی پیہم کا ولولہ انگیز اور انقلاب آفریں مظاہرہ ہوگا

شرکت کریں گے

- صوبہ بھر سے ہزاروں طلباء
- سندھ، سرحد اور بلوچستان کے وفود
- علماء، وکلاء، وزراء، پروفیسر، دانشور اور طالب علم رہنما

مجلس استقبالیہ: جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب